اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
SEPTEMBER 2006
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 149
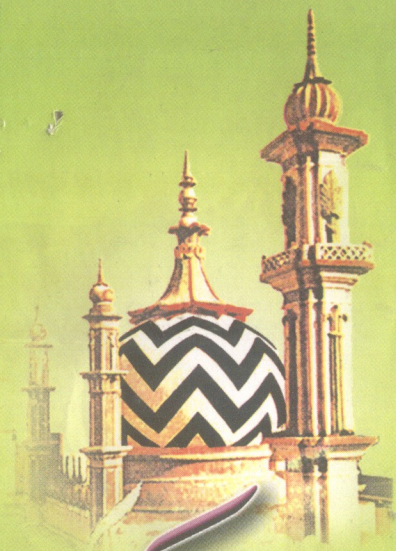
کہی ان کہی

علامہ عبد الستار ہمدانی "مصروف" برکاتی، رضوی، نوری

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

نام کتاب	کہی ان کہی
مصنف	علامہ عبدالستار ہمدانی
مقدمہ	حضرت سید آلِ رسول حسنین نظمی میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ، مطہرہ (یوپی)۔
عرض	مولانا ارشد علی جیلانی
سن اشاعت	شعبان 1427 ہجری (ستمبر 2006ء)
تعداد	دو ہزار
مفت سلسلہ اشاعت نمبر	149
ناشر	جمعیت اشاعت اہلسنّت، کاغذی بازار کراچی۔

کہی ان کہی

علامہ عبدالستار ہمدانی "مصروف" برکاتی، رضوی، نوری

جمعیّت اِشاعت اہلِسُنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

پیش لفظ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۴۰ھ نے کسی جدید عقیدے کی نہ بنیاد ڈالی اور نہ ہی کسی نئے مسلک یا مذہب کی ترویج واشاعت کی نہ انہوں نے کوئی نیا فرقہ بنایا اور یہ بات ان کی تصنیفات وتالیفات، ارشادات وہدایات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے انہی عقائد کی تعلیم دی جو عقائد قرآن وسنت سے ثابت ہیں، جن کی تعلیم آپ سے قبل علماء اہلسنت دیتے رہے نہ آپ کسی نئے مسلک کے موجد تھے بلکہ مسلک حقہ مسلک اہلسنت کے مبلغ تھے۔ آپ کے دل میں مسلک کا درد، عوام المسلمین کی خیرخواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی لیئے آپ نے پہلے ان لوگوں کی اصلاح کی جو مسلمانوں کے رہبر کہلاتے تھے پھر جب دیکھا کہ کچھ اپنی گمراہی سے باز آنے اور بدعقیدگی کو چھوڑنے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں بلکہ وہ تو گمراہی کی اشاعت میں مصروف عمل ہیں تو آپ عوام اہلسنت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو گمراہوں کی گمراہی سے بچانے کے لئے اپنے تمام مساعی بروئے کار لائے، گمراہوں کی نشاندہی فرمانے کے ساتھ ان کے گمراہ کن عقائد سے ان کو آگاہ کیا، علماء عرب وعجم کے سامنے داعیانِ ضلالت کے گمراہ کن نظریات پیش کر کے ان کی تائیدات حاصل کیں تا کہ عوام المسلمین کو ان لوگوں کی بدعقیدگی کا یقین ہو جائے اور وہ گمراہ ہونے سے بچ جائیں اور مخالفین کو جب اپنی ہزیمت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے ہدایت کی دعوت دینے والے عوام اہلسنت کے عظیم محسن کے خلاف جھوٹے اور بے بنیاد الزامات لگا کر، من گھڑت واقعات ان کی طرف منسوب کر کے ان کے اس عظیم مشن کو ناکام کرنے کی ناکام کوششیں شروع کر دیں جو آج تک جاری ہیں۔ مگر اس ملت کے محسن علماء کرام نے اُن کی ہر کوشش کو ناکام کرنے میں اپنا کردار ادا کیا اور ان کے غلط پروپیگنڈے کا بروقت تسلی بخش جواب دیا۔ ان میں سے ایک نام حضرت علامہ عبد الستار ہمدانی کا ہے جنہوں نے ایک ایسے ہی غلط پروپیگنڈے کا جواب " کہی ان کہی " کے نام سے تحریر فرمایا اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ تحریر 1997ء سے ستمبر 2006ء تک پچپن ہزار کی تعداد میں مختلف زبانوں میں شائع ہو چکی ہے۔ ہم نے جمعیت اشاعت اہلسنت کے مفت سلسلہ اشاعت کے تحت 149 ویں اشاعت کے طور پر شائع کرنے کے لیے ذوالقعدہ 1422 بمطابق جنوری 2002ء کی مرکز اہلسنت برکات رضا، پوربندر کی اشاعت کو لیا ہے کیونکہ ہماری دانست کے مطابق یہ آخری ایڈیشن ہے جس میں کچھ اضافے وترامیم بھی کی گئی ہیں۔ وہ ذات جس کی دوستی اور دشمنی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے تھی، جس نے ساری زندگی ناموسِ رسالت کے دفاع میں گزار دی تو ان پر ہونے والے حملوں کا دفاع ان کے خلاف ہونے والے پروپیگنڈے کا پردہ چاک کرنا ہمارا فرض ہے، بس اسی غرض سے اس تحریر کو شائع کرنے کا اہتمام کیا لہذا کسی نے لکھ کر یہ فرض ادا کیا اور کسی نے اسے شائع کر کے، میں قارئین سے التماس کروں گا کہ وہ اس فرض کو اس طرح ادا کریں کہ خود پڑھ کر یہ تحریر دوسروں تک پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کے صدقے میں ہم سب کی سعی کو قبول فرمائے آمین۔

فقط : محمد عطا اللہ نعیمی

خادم دارالافتاء جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

فہرست عنونات

ماخذ و مراجع

(۱) حیات اعلیٰ حضرت — علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

(۲) اشرف السوانح — خواجہ عزیز الحسن (خلیفۂ خاص تھانوی)

(۳) حسن العزیز — " " "

(۴) الافاضات الیومیہ — مجموعۂ ملفوظات مولوی اشرف علی تھانوی

(۵) خاتمۃ السوانح — خواجہ عزیز الحسن

(۶) کمالات اشرفیہ — مولوی عیسیٰ الہ آبادی (خلیفۂ تھانوی)

(۷) تاریخ دار العلوم دیوبند — مولوی محبوب، باہمام۔ مجلس شوریٰ دار العلوم دیوبند

(۸) سوانح قاسمی — مولوی مناظر احسن گیلانی، ناشر:۔ دار العلوم دیوبند

(۹) تذکرۃ الخلیل — مولوی عاشق الٰہی میرٹھی

ناشر

از:- احقر ارشد علی جیلانی برکاتی۔ جانؔ جبل پوری

آقائے نعمت، دریائے رحمت، سراپا عشق ومحبت، بحرذ خار علوم ومعرفت، امام اہل سنت ،مجدد دین وملت، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان کی ذات ستودہ صفات آج دنیائے اہل سنت کے لئے محتاج تعارف نہیں، آپ کی علمی وملی خدمات سے عالم اسلام ہی نہیں بلکہ سارا عالم فیضاب ہورہا ہے اور ہوتا رہے گا (انشاء اللہ الرحمٰن) ماضی قریب میں دور دور تک ایسی تابناک شخصیت نظر نہیں آتی۔

الحمد للہ......! علمائے اہل سنت و ہمدردان قوم وملت نے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اعلیٰحضرت کی شخصیت اس قابل ہے کہ آپ کی جتنی پزیرائی کی جائے کم ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس مرد مجاہد نے سارے اسلامیان ہند بلکہ جملہ مومنین ومومنات کے ایمان کی عقائد باطلہ اور رسومات فاسدہ ضالہ سے حفاظت فرمائی اور ساری زندگی مسلک حق کی پاسداری فرماتے رہے، جب بھی دشمنان دین نے رسول عالی وقار، محبوب پروردگار، شفیع روز شمار ﷺ کے خلاف ادنیٰ بھی توہین آمیز کلمہ کہا تو آج بھی تاریخ گواہ ہے کہ اعلیٰحضرت نے اس کے کسی عہدہ ومنصب کا خیال نہ فرمایا بلکہ بغیر کسی مصلحت سیاسی کے اس کا تعاقب فرمایا اور قرآن وسنت سے اس کے ایمان وعمل کے راز کو فاش کردیا اور توبہ واستغفار کی تلقین فرمائی۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کی حیات طیبہ کا جائزہ لینے سے یہ بات اظہر من الشمس سامنے آتی ہے کہ آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل وتکمیل اپنے والد

گرامی رئیس الاتقیاء حضرت علامہ مفتی نقی علی خان علیہ الرحمہ سے فرمائی، بعدہ دیگر اساتذۂ کرام سے بھی آپ فیضیاب ہوئے اور بعض علوم وفنون تو آپ نے از خود بعطائے مصطفوی ﷺ سیکھے جس کی تفصیل حیات اعلیٰ حضرت وسوانح اعلیٰ حضرت میں مندرج ہے۔ بہر حال ......! آپ ۱۲۸۶ھ میں جملہ علوم معقولات ومنقولات سے فراغت حاصل کر کے چودہ سال کی ننھی سی عمر میں ایک عالم وفاضل اور مفتی کی حیثیت سے دین وملت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی گویا علوم وفنون کا سرچشمہ، عشق رسول کا مجسمہ تھے۔ اس بات کی تصدیق بیشمار علمائے کرام وفضلائے عظام نے فرمائی اور دنیا کے نامور دانشوروں نے بھی آپ کی شخصیت کو سراہا ہے۔ مثلاً چیف جسٹس فیڈرشریعت کورٹ آف پاکستان جسٹس میاں محبوب احمد اعلیٰ حضرت کے علمی مقام ومرتبہ سے متعلق فرماتے ہیں:-

"وہ مترجم کی حیثیت سے ہوں تو شعور وبیان اور اداؤ زبان کا ایک دبستان جدید نظر آتے ہیں۔ محدث کی حیثیت سے دیکھیں تو امام نووی ، امام عسقلانی، امام قسطلانی اور امام سیوطی یاد آجاتے ہیں، فقہ میں امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے کرم توجہ سے کشکول فکر بھرے نظر آتے ہیں، علم کلام میں امام رضا ابو منصور ماتریدی اور اشاعرہ کے ائمہ وقت اور وقت نظر کا نمائندہ ہیں، منطق اور فلسفہ کا میداں بھی ان کی شہسواری فکر سے پامال ہے۔"

(مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۹۲ھ، ص۔۳۱)

اعلیحضرت کے علوم وفنون کے متعلق صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ آپ ایک عظیم المرتبت عالم دین، منصف مزاج مفتی، کثیر علوم وفنون کے ماہر اور چودھویں صدی

کے مجدد اعظم تھے۔

چونکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے کبھی بھی دشمنان رسول اعظم ﷺ کا پاس ولحاظ نہ فرمایا اوران رہزنوں کو کبھی خاطر میں نہ لائے اسی وجہ سے دیوبندی، وہابی، تبلیغی جماعت کے اکابرین ومتبعین اعلیٰ حضرت کے خلاف طرح طرح کے زہر اگلتے نظر آتے ہیں۔ کبھی اعلیٰ حضرت کو معاذ اللہ قادیانی کہا، کبھی غلط مروجہ رسومات کی نسبت آپ کی طرف کی، کبھی قلیل البضاعت کہا، کبھی اعلیٰ حضرت کی ذات گرامی کو مجروح کرنے کے لئے من گڑھت واقعات اپنی کتابوں میں چھاپے غرض طرح طرح کے الزامات وافترآت کے انبار لگادئے۔ مگر ہماری ملت کے محسن و کرم فرما علمائے کرام نے اس کی تردید بھی تاریخ کے آئینہ میں فرمائی اور ہونے والے غلط پروپیگنڈہ کا تسلی بخش ازالہ بھی فرمایا۔ اور یہ الزام عائد کرنے والے خود ذلیل و خوار و مستحق عذاب نار ہوئے اور کیوں نہ ہو کہ مثل مشہور ہے۔

''آسمان کا تھوکہ خود منہ کو آتا ہے''

اب کوئی بات نہ بن پڑی، کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ اعلیٰ حضرت کو بدنام کیا جائے تو ایک نیا پروپیگنڈہ کرنے لگے کہ وہابی دیوبندی مکتبۂ فکر اور سنی بریلوی گروہ کے مابین کوئی عقائدی واصولی اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ ایک ذاتی Personal جھگڑا ہے۔ در اصل بات یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی اور مولوی اشرفعلی تھانوی دونوں دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے تھے۔ دوران زمانہ طالب علمی دونوں میں کسی بات پر شدید تنازعہ ہوا اور اعلیٰ حضرت بریلوی نے اسی غصہ میں تھانوی صاحب پر کفر کا فتوی دے دیا اور آخر عمر تک اس فتوے پر اڑے رہے۔ اور یہی وہابی سنی اختلاف کی ابتداء ہے۔

دور حاضر کے منافقین نے ایسا پروپیگنڈہ کرکے بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں لے لیا اوران کے ایمان وعقائد کو برباد کیا۔ اب ضرورت تھی اس

بات کی کہ اس پروپیگنڈہ کا ازالہ کس طرح کیا جائے اور امت مسلمہ مرحومہ کو اس فریب کاری سے کیسے محفوظ کیا جائے۔ الحمد للہ مذہب اہل سنت کے محسن فنائی الرضا والنوری استاذ گرامی وقار، ماہر رضویات، مناظر اہل سنت، حضرت علامہ عبد الستار ہمدانی صاحب قبلہ نے قلم اٹھایا اور باطل گروہوں کے ان غلط پروپیگنڈہ والزامات وافترآت کا ردنہ صرف قلم سے بلکہ تاریخی شواہد سے ظاہر و باہر کردیا۔ **جزاہ اللہ تعالیٰ الجزآء الجمیل فی والدنیا والآخرہ**

استاذی الکریم شیرِ گجرات حضرت علامہ عبد الستار ہمدانی صاحب قبلہ نے ۱۹۹۷ء میں ''کیا اعلیٰ حضرت بریلوی اور مولوی اشرفعلی تھانوی نے ایک ساتھ دیو بند میں پڑھا تھا؟'' کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی۔ اور ملک و بیرون ملک میں اس کی مقبولیت بھی ہوئی۔

اس کتاب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی اور اعلیٰ حضرت کا دارالعلوم دیوبند میں پڑھنا تو درکنار آپ نے کبھی دارالعلوم دیوبند میں تعلیم ہی نہ لی بلکہ دیوبند کی دھرتی میں بھی قدم نہ رکھا۔ اعلیٰ حضرت جب ایک کامل مفتی کی حیثیت سے دنیا میں جانے پہچانے جارہے تھے اس وقت تھانوی صاحب بچپنے کی بچکانہ لغویات وخرافات میں ملوث تھے۔ اور جب اعلیحضرت ۱۳۰۱ھ میں ایک مجدد کی حیثیت سے عالم اسلام کے علماء کے مابین اپنے علم کا لوہا منوا رہے تھے اس وقت مولوی اشرفعلی تھانوی نے ایک معمولی مولوی کی حیثیت سے دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

المختصر......! اس کتاب سے وہ تمام غلط فہمیاں اور جھوٹے پروپگنڈوں کا پردہ چاک ہوجاتا ہے جو وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت کے جاہل مبلغین عوام کے سامنے پھیلا رکھے ہیں۔

زیرنظر کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ یہ کتاب اب تک پچاس ہزار سے زائد تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ ذیل میں ان اداروں کے نام پیش کئے جاتے ہیں جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا۔ **جزاھم اللہ تعالیٰ فی الآخرہ**

بنام	زبان	ادارہ	تعداد	سن اشاعت
کہی ان کہی	اردو	المختار پبلیکیشن کراچی	13,000	1998
کیا اعلیٰ حضرت......؟	اردو	تحریک فکر رضا بمبئی	2000	1997
کیا اعلیٰ حضرت......؟	انگریزی	تحریک فکر رضا بمبئی	1000	1997
کیا اعلیٰ حضرت......؟	ہندی	تحریک فکر رضا بمبئی	1000	1999
حقیقت کے آئینہ میں	اردو	انجمن یادرضا دامن گیرہ، کرناٹک	1000	2000
حقیقت	گجراتی	دار العلوم غوث اعظم پوربندر	1000	1998
کہی ان کہی	اردو	المختار پبلیکیشن	30,000	1998
تاریخ کے آئینہ میں	اردو	مکتبہ المصطفیٰ بریلی	1000	2001
کیا اعلیٰ حضرت......؟	اردو	رضا اکیڈمی مالیگاؤں	1000	1998
کیا اعلیٰ حضرت......؟	اردو	سنی آواز ناگپور	1000	2000

مندرجہ بالا اداروں نے اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور ملک و بیرون ملک میں اس کو نشر کیا۔ اس کے باوجود آج بھی اس کتاب کے مطالبات ہوتے رہتے ہیں لہذا اس میں کچھ ترمیم و اضافہ کر کے "مرکز اہل سنت برکات رضا، پوربندر" کی جانب سے دوبارہ شائع کی جارہی ہے۔

مرکز اہل سنت برکات رضا صرف چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں کثیر کتب عربی، اردو، ہندی، فارسی، وغیرہ زبان میں شائع کر کے عوام وخواص سے داد تحسین حاصل کر چکا ہے۔اور اب مستقبل قریب میں ہمارا پروگرام ایک نیا رنگ لائے گا۔ انشاء اللہ و حبیبه جل جلاله و صلی اللہ تعالیٰ علیه آله وسلم.

میں بے حد ممنون ومشکور ہوں آقائے نعمت، گل گلزار خاندان برکات حضور سیدی سرکار آل رسول حسنین نظمی میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کا کہ انہوں نے اس کتاب پر مقدمہ تحریر فرما کر اس کی افادیت واہمیت پر چار چاند لگا دئے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اجر جزیل وجزائے جلیل بے مثیل عطا فرمائے۔اور آپ کا سایۂ کرم ہم تمام سنی مسلمانوں کے لئے دراز فرمائے اور ہم میں استفادہ کی استعداد بخشے۔آمین۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ استاذ گرامی قدر حضرت علامہ عبد الستار ہمدانی کو بیشمار جزائے خیر دے اور آپ کا سایۂ عاطفت قوم وملت کے لئے طویل سے طویل تر فرمائے اور وہابی دیوبندی کے دام فریب سے محفوظ و مامون رکھے، سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی خدمات کو عالم اسلام میں عام سے عام تر فرمائے اور جملہ مسلمان کو مستفیض و مستفاد فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بحرمة النبی الکریم علیه افضل الصلوٰة و التسلیم.

سگِ دربار نوری

احقر ارشد علی جیلانی برکاتی عفی عنہ
خادم:- مرکز اہل سنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ، پوربندر (گجرات)

مورخہ:- ۶ر ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ
مطابق:- ۲۱ر جنوری ۲۰۰۲ء
بروز:- عید دوشنبہ

سفید جھوٹ کے پرچخے

گل گلزاز خاندان برکات، سیدی سرکار سید آل رسول حسنین نظمی میاں دامت برکاتہم القدسیہ

سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ

چشم و چراغ خاندان برکات، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، غوث وخواجہ کی کرامت، ہمارے اعلیٰحضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان، آج کے دور میں حقانیت کا علامتی نشان، اہل سنت والجماعت کی پرکھ اور پہچان، مسلک جمہور کی جان ہیں۔

چار سالہ عمر میں ناظرہ قرآن سے فراغت، چھ سال کی عمر میں میلاد کا بیان، پونے چودہ سال کی عمر میں معقول ومنقول تمام علوم درسیہ کی تحصیل سے فراغت، اسی تاریخ کو رضاعت سے متعلق ایک فتوئی تحریر، مختلف علوم وفنون پر مشتمل ایک ہزار کے قریب کتب ورسائل کی تدوین، بہترین مفسر، اعلیٰ پائے کے محدث، عظیم المرتبت فقیہہ، بے باک مناظر، علوم ظاہر و باطن کے امام، بلند پایہ پیر طریقت اور سب سے بڑھ کر سچے عاشق رسول۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ نے جس ایک شخصیت کو ودیعت کی اسے علمائے عرب وعجم نے مجدد کہہ کر پکارا اپنا آقا، اپنا مولیٰ، اپنا امام تسلیم کیا۔

امام احمد رضا کے نزدیک اسلام کا مفہوم سیدھا سادہ ہے مگر وہ اس شخص کا تعاقب کرتے ہیں جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے اور حقیقت کو خرافات کی نذر کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت اس پر تنقید کرتے ہیں جو ملی وحدت میں رخنہ ڈال کر اس کو پارہ پارہ

کرتا ہے اور سواد اعظم کو چھوڑ کر ایک نئی راہ نکالتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نہ کسی نئے عقیدے کی بنیاد ڈالی اور نہ کسی نئے مکتب خیال کی۔ البتہ انہوں نے قدیم عقیدوں اور افکار کو ضرور نئی زندگی عطا کی۔ انہوں نے کسی جماعت سے ہٹ کر نیا فرقہ نہیں بنایا۔ ان کی مخلصانہ تصانیف کا جائزہ لیجئے۔ وہ وہی بات کہتے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ان کے رسائل اور فتاوی تو خیر قرآن وحدیث کے علوم سے سرشار ہیں ہی ذرا ان کی شاعری کا مطالعہ کیا جائے تو ایک ایک مصرعہ کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا، قرآنی مفہوم میں ڈھلا ہوا، فرمان رسول کا ترجمان۔ انہوں نے سچی سچی باتیں کہیں، کانٹ چھانٹ نہیں کی۔ یہ نہیں کہ کچھ دکھایا کچھ چُھپایا۔ انہوں نے وہی عقائد وافکار پیش کیئے جو ہر زمانے اور ہر دور میں پیش کیئے گئے۔ وہی بات کہی جو صدیوں سے کہی جارہی تھی۔ انہوں نے سلف صالحین کے مسلک اور ان کے افکار وعقائد کو زندگی بخشی۔ وہ ایک صاحب فکر، صاحب بصیرت، مدبّر، سیاست داں بھی تھے۔ بلاشبہ امام احمد رضا اپنے دور میں ایسے یکہ وتنہا نظر آتے ہیں جنہوں نے قومی زندگی میں حسن وصداقت کے کتنے ہی نامعلوم پہلو اجاگر کردئے ہیں۔ جن کی فکر نے انسانی زندگی کے ان ممکنات کو وسعت عطا کی جو اس وقت تک ناممکن نظر آتے تھے جب تک وہ وقوع پذیر نہ ہوگئے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ کمال نہیں کہ وہ علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر تھے، یہ بھی کمال نہیں کہ وہ بہت بلند پایہ فلسفی تھے، یہ بھی کمال نہیں کہ وہ ریاضی وہیئت کے آخری دانائے راز تھے، یہ بھی کمال نہیں کہ وہ فقہ کے افق کے درخشاں آفتاب تھے، یہ بھی کمال نہیں کہ عربی، فارسی، اردوی اور ہندی میں اچھی شاعری کرتے تھے۔ کمال تو یہ ہے کہ وہ تمام خوبیوں کے جامع تھے جو انفرادی طور پر دوسرے لوگوں میں شان افتخار اور اولعزمی کا سبب بنا کرتی ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان پر ان کے مرشد برحق حضور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی نظر کرم ہوئی کہ وہ زمانے بھر کی نظروں میں مقبول ہو گئے ۔ ان کا قلم اپنوں کیلئے گلاب کی پنکھڑی تھا اور دشمنوں کیلئے خصوصاً شاتمان رسول ﷺ کیلئے ذوالفقار حیدری کا جانشین ۔ وہ حق جو تھے، حق بین تھے، حق گو اور حق پسند تھے، اسی لئے ان کی طبیعت میں شدت تھی ۔ بعض علماء کے بارے میں ان کی طرف منسوب سخت گیر رویے کی اشارہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا ۔ اگر یہ الجھن درمیان میں نہ آپڑتی تو ان کا علم وفضل ملت کے دیگر مسائل کیلئے زیادہ مفید طریقے سے صرف ہوتا اور وہ یقیناً اس دور کے ابوحنیفہ کہلا سکتے تھے ۔

تو جو شخصیت اتنی ہمہ گیر اور نابغہ روز گار ہو، اس کی مخالفت اور تنقید کا طومار ایک لازمی امر ہے ۔ امام احمد رضا کے مخالفین نہ تقریر کے میدان میں ان کے آگے ٹک سکے اور نہ تحریر کے میدان میں ۔ دشمنوں کے سارے دلائل کو اعلیٰ حضرت نے گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ۔ تو امام احمد رضا کے مخالفین شیطانی گروہ کو اور کچھ نہ سوجھا، کذب وافتراء کا سہارا لیا اور یہ بات اڑا دی کہ امام احمد رضا اور لئیم الامت تھانوی جی دار العلوم دیوبند میں ایک ساتھ پڑھتے تھے اور وہیں دونوں میں کچھ ان بن ہو گئی جس کے انتقام کے تحت احمد رضا خاں نے تھانوی کو کافر بنا دیا ۔ امام الانبیاء فخر موجودات عالم ماکان وما یکون، مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے بارے میں بھی تو اسی شیطانی گروہ نے دار العلوم دیوبند سے اردو سیکھنے کی بات اڑائی تھی ۔ مثل مشہور ہے ۔ ’’گھسیانی بلی کھمبا نوچے‘‘ دیوبندی وہابی فرقہ کو نوچنے کیلئے کھمبا بھی ملا تو بریلی کے اصیل پٹھانوں کا ۔ امام احمد رضا اور اشرفعلی تھانوی کو دیوبند میں ایک ساتھ تعلیم دلوانے کی بات پھیلا کر طاغوتی لشکر معلوم نہیں کیا ثابت کرنا چاہتا ہے ۔ ارے بدبختو......! باغ عدن میں اللہ تعالیٰ نے عزازیل کو معلم الملکوت کے منصب پر فائز کیا تھا ۔ شیطان نے تو فرشتوں کو بھی پڑھایا

مگر خود اس کا علم اسے نافع نہیں ہوا۔ فرشتے وہی اللہ کے معصوم اور فرماں بردار مخلوق رہے اور ان کا استاد اپنی سرکشی کی وجہ سے مردود وملعون ہو گیا۔

عاشق رضا مولانا عبدالستار ہمدانی برکاتی رضوی نوری نے شیطانی لشکر کو ٹھکانے لگانے کا بیڑا اٹھار کھا ہے۔ رضویات کے تو وہ ماہر ہیں ہی ساتھ ہی ''دیوبندیات'' کے بھی ایکسپرٹ ہیں۔ ناری فرقوں کی قابل اعتراض عبارتیں انہیں منہ زبانی یاد ہیں اور جب وہ ''میاں کی جوتی میاں کا چاند'' والا فارمولا اپنا کر شیطانی طائفے کے بڑے بڑوں کو عوام کے سامنے ننگا کرنے پر آتے ہیں تو لگتا ہے ذوالفقار حیدری نیام سے باہر نکل آئی ہے۔ یہ طویل مقالہ جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اسی برکاتی رضوی نوری خنجر کی کاٹ کا نمونہ ہے۔ ایک ایک دلیل ہمالیہ سے زیادہ مستحکم اور وزن والی ہے۔ دشمن کی کاٹ اسی کی تلوار۔ یہ عبدالستار ہمدانی صاحب کی خصوصیت ہے۔ اگر گروہ مخالفین میں ذرا بھی غیرت شرم وحیا باقی ہے تو وہ یہ مقالہ پڑھنے کے بعد اپنے منہ میں دھول جھونک لیں تو تھوڑا ہے۔ مگر یہ بے شرم گروہ ''تاویلات'' نامی منات کے پجاری ہیں۔ یہ لوگ ابوجہل کی سنت کے پیرو ہیں۔ جس نے مصطفیٰ جان رحمت کی نبوت کی دلیل مانگی اور جب خود اس کی اندھیری مٹھی میں دبی نورانی کنکریوں نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا تو وہ یہ کہہ کر بھاگ کھڑا ہوا کہ محمد جادوگر ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔ یہ لوگ بھی کیا کریں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ اللہ تعالی عبدالستار ہمدانی صاحب کے قلم کو دن دونی رات چوگنی نئی قوت عطا فرمائے اور وہ اسی طرح دشمنان رسول کے سینوں کو چھیدتے رہے۔ آمین۔

۵ رشوال المکرم ۱۴۱۷ھ

سید آل رسول حسنین برکاتی
سجادہ نشین، آستانہ عالیہ مارہرہ مطہرہ
برکاتی ہاؤس۔ بمبئی

کیا اعلیٰ حضرت بریلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک ساتھ پڑھا تھا؟

(۱) آج کل تبلیغی جماعت کے مبلغین عوام مسلمین کو بہکانے کے لئے ایسا غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ سنی اور وہابی کا اختلاف مذہبی اور اصولی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک نجی اور ذاتی جھگڑے کا ثمرہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی دارالعلوم دیوبند میں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے تھے، طالب علمی کے زمانہ میں ایک دن دونوں میں جھگڑا ہوا، اس کی وجہ سے اعلیٰ حضرت نے غصہ ہو کر مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر اکابر علمائے دیوبند پر کفر کا فتوی دے دیا اور تعلیم ادھوری چھوڑ کر دیوبند سے بریلی چلے گئے۔ بریلی آ کر بھی ان کا جلال کم نہ ہوا اور آخر عمر تک وہ اپنے فتویٰ پر قائم رہے۔

(۲) مذکورہ بالا الزام سراسر جھوٹ، کذب صریح اور افترائے بیّن ہے۔ جس کے جھوٹ اور غلط ہونے پر تاریخ شاہد ہے اور یہ شہادت ہم اکابر دیوبند کی کتابوں سے دیتے ہیں۔

(۳) پہلے ہم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کا یوم ولادت معلوم کریں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی ۱۰ رشوال ۱۲۷۲ھ کے دن پیدا ہوئے تھے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سلمہ اللہ تعالیٰ بن مولوی نقی علی خاں بن مولوی رضا علی خاں متوطن بریلی روہل کھنڈ، نے بتاریخ دس، ماہ دہم یعنی شوال بروز شنبہ ۱۲۷۲ھ عرصہ دنیا میں قدم مبارک رکھا۔

-: حوالہ :-

''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' مصنفہ :- ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری، ناشر :- قادری بکڈپو، بریلی۔ جلد اول۔ ص۔ ۱۱

(۴) مولوی اشرف علی تھانوی کی پیدائش ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کی ہے، مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

الف:-

حضرت والا کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو چہار شنبہ کے دن بوقت صبح صادق واقع ہوئی۔

-: حوالہ :-

''اشرف السوانح'' مصنفہ:- تھانوی صاحب کے خلیفہ خاص خواجہ عزیز الحسن ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون۔ جلد اول۔ ص۔ ۱۶

ب:-

فرمایا کہ میرا سن ولادت ۱۲۸۰ھ ہے، پانچویں ربیع الثانی بوقت صبح صادق۔ مادہ تاریخ ''کرم عظیم'' ہے یا ''مکرم عظیم'' کہیے۔

-: حوالہ :-

''حسن العزیز'' ضبط کردہ، خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یوپی) جلد۔ ا۔ ملفوظ۔ ۱۰۔ ص۔ ۱۸

(۵) امام احمد رضا محدث بریلوی نے بریلی شریف میں اپنے مکان پر ہی اپنے والد محترم حضرت رئیس الاتقیاء علامہ نقی علی خاں، اپنے جد امجد حضرت مولانا رضا علی خاں اور حضرت مولانا غلام عبد القادر بیگ سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کر کے صرف چودہ سال کی عمر میں یعنی ۱۲۸۶ھ میں علوم دینیہ کی تکمیل کر لی اور اسی سال ۱۲۸۶ھ میں ہی آپ مسند افتاء پر جلوہ گر ہوئے۔

تمام علوم درسیہ معقول و منقول سب اپنے والد ماجد صاحب سے حاصل کر کے بتاریخ ۱۴ ر شعبان ۱۲۸۶ھ سے فاتحہ فراغ کیا اور اسی دن ایک رضاعت کا مسئلہ لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد صاحب نے ذہن نقاد و طبع وقاء دیکھ کر اسی دن سے فتوی نویسی کا کام ان کے سپرد فرمایا۔

-: حوالہ :-

حیات اعلیٰ حضرت"۔ مصنفہ :- ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین بہاری
ناشر :- قادری بک ڈپو، بریلی شریف۔ جلد۔ ۱۔ ص۔ ۱۱

(۶) ۱۲۸۶ھ میں جب امام احمد رضا محدث بریلوی مفتی بن کر اپنے علم کا لوہا علماء اسلام سے منوا رہے تھے تب مولوی اشرف علی تھانوی کی عمر صرف چھ سال کی تھی۔ تھانوی کی پیدائش ۱۲۸۰ھ کی ہے لہذا ان دونوں کا ایک ساتھ دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔

(۷) مولوی اشرف علی تھانوی نے پندرہ سال کی عمر کے بعد یعنی کہ ۱۲۹۵ھ میں دار العلوم دیوبند میں حصول تعلیم کے لئے داخلہ لیا تھا۔ مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

عربی کی پوری تکمیل دیوبند ہی میں فرمائی اور صرف ۱۹ ر یا ۲۰ ر سال ہی کی عمر میں بفضلہ تعالیٰ فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ مدرسۂ دیوبند میں تقریباً پانچ سال بسلسلۂ طالب علمی رہنا ہوا۔ آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں وہاں داخل ہوئے اور شروع ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

-: حوالہ :-

"اشرف السوانح" از :- خواجہ عزیز الحسن - ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ،

تھانہ بھون - جلد - ۱ - ص - ۲۴ - باب - ۶

یعنی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے تکمیل علوم (۱۲۸۶ھ) کرنے کے نو سال بعد مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۲۹۵ھ میں طالب علمی شروع کی تھی ایسی صورت میں دونوں کا ایک ساتھ پڑھنا اور ہم سبق ہونا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

(۸) مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۳۰۱ھ یعنی کہ جب ان کی عمر ۲۱ سال کی تھی، اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کی عمر شریف ۲۹ سال کی تھی ۱۳۰۱ھ میں جب مولوی اشرف علی تھانوی کی فراغت ہوئی تھی، تب امام احمد رضا افق اسلام پر علم کے آفتاب درخشاں کی مانند پورے عالم اسلام میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔ کبار علمائے اسلام امام احمد رضا کے علم کا لوہا تسلیم کر کے ان کو اپنا مقتدا اور پیشوا مان چکے تھے، ۱۳۰۰ھ تک امام احمد رضا بریلوی پچھتر ۷۵ کتابیں لکھ چکے تھے۔

ماہ جمادی الآخر ۱۳۰۰ھ میں مفصلہ بریلی، بدایوں، سنبھل، رامپور وغیرہ نے متفقہ طریقہ سے مسئلہ تفضیل میں اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کا اعلان کیا......؛ اس وقت تک پچھتر ۷۵ کتابیں تصنیف فرما چکے تھے۔

-: حوالہ :-

حیات اعلیٰ حضرت - مصنفہ علامہ ظفر الدین بہاری - ناشر قادری بک ڈپو،

بریلی - جلد - ۱ - ص - ۱۲۰ - اور - ص ۱۳

مندرجہ بالا پچھتر ۷۵ کتابوں کی تعداد ۱۳۰۰ھ تک کی ہے اور ۱۳۰۱ھ تک یہ تعداد ایک سو کے قریب پہونچ چکی تھی۔ المختصر......! جب مولوی اشرف علی تھانوی

۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل ہی ہوئے تھے تب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان تقریباً ایک سو کے قریب نادر زمن کتب کے مصنف کی حیثیت سے افق علوم اسلامیہ کے آفتاب کی طرح چمک رہے تھے۔ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے ان کے ساتھ تعلیم حاصل کی تھی، یہ سراسر جھوٹ اور کذب صریح ہے۔

ناظرین کی معلومات میں اضافہ ہو، اس غرض سے ذیل میں امام احمد رضا محدث بریلوی کی چندان تصانیف کا نام پیش کر رہا ہوں جو آپ نے ۱۳۰۱ھ تک میں تصنیف فرمائی تھی۔

- شرح هداية النحو. (عربی) ۱۲۸۰ھ صرف آٹھ سال کی عمر میں
- حاشیه مسلم الثبوت (عربی) ۱۲۸۲ھ صرف دس سال کی عمر میں
- الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی (عربی) ۱۳۰۰ھ
- النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (عربی) ۱۲۹۶ھ
- اطائب الاکسیر فی علم التکسیر ۱۲۹۷ھ
- الرؤض البهیج فی آداب التخریج (عربی) ۱۲۹۶ھ
- ضوء النهایة فی اعلام الحمد و الهدایه (عربی) ۱۲۸۵ھ
- السعی المشکور فی ابداء الحق المهجور (عربی) ۱۲۹۰ھ
- یعبر الطالب فی شیون ابی طالب (اردو) ۱۲۹۴ھ
- مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین (اردو) ۱۲۹۷ھ
- اعتقاد الاجتناب فی الجمیل و المصطفی و الآل و الاصحاب (اردو) ۱۲۹۸ھ
- البشری العاجله من تحف آجله (عربی) ۱۳۰۰ھ
- نقاء النیره فی شرح الجوهرة ملقب به النیره (اردو) ۱۲۹۵ھ

- احکام الاحکام فی التناول من ید من ماله حرام (اردو) ۱۲۹۸ھ
- النیرة الوضیة شرح جوهرة المضیعة ۱۲۹۵ھ
- انفس الفکر فی قربان البقر (اردو) ۱۲۹۸ھ
- الامر باحترام المقابر (اردو) ۱۲۹۸ھ
- اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی التهامه (اردو) ۱۲۹۹ھ
- حسن البراعة فی تنقید الجماعة (عربی) ۱۲۹۹ھ
- النعیم المقیم فی فرحة مولد النبی الکریم (اردو) ۱۲۹۹ھ
- بذل الصفاء بعبد المصطفی (اردو) ۱۳۰۰ھ
- المقالة المسفره عن حکم البدعة المکفره (عربی) ۱۳۰۱ھ
- المجمل المسدد ان ساب المصطفی مرتد (عربی .اردو) ۱۳۰۱ھ
- الطرة الرضیه علی النیرة الوضیه (عربی) ۱۲۹۵ھ
- مداح فضل رسول ۱۳۰۰ھ
- فصل القضاء فی رسم الافتاء . (عربی) ۱۲۹۹ھ
- الطراز المذهب فی التزویج بغیر الکفوء و مخالف المذهب. (اردو) ۱۲۹۹ھ
- عبقری حسان فی اجابة الاذان (عربی) ۱۲۹۹ھ
- سوارق النساء فی حد المصر و الفناء . (عربی) ۱۳۰۰ھ
- لمعة الشمعة فی اشتراط المصر للجمعة (عربی) ۱۳۰۰ھ
- احسن الجلوه فی تحقیق المیل والزراع و الفراسخ و الفلوه (عربی) ۱۳۰۰ھ
- مرتجی الاجابات لدعا الاموات (اردو) ۱۲۹۴ھ

- سیف المصطفی علی ادیان الافتراء (اردو) ۱۲۹۹ھ
- فتح خیبر (اردو) ۱۳۰۰ھ
- حل خطاء الخط (۱۲۸۸ھ
- جوابہائے ترکی بہ ترکی ۱۳۹۲ھ
- تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال ۱۲۹۲ھ
- النیرۃ الرضیہ علی النیرۃ الوضیہ ۱۲۹۵ھ
- قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام ۱۲۹۶ھ
- نورعینی فی الانتصار الامام عینی (عربی) ۱۲۹۶ھ
- الکالم البھئ فی تشبیہ الصدیق بالنبی (اردو) ۱۲۹۷ھ
- وجہ المشوق بجلوۃ اسماء الصدیق و الفاروق (اردو) ۱۲۹۷ھ
- نفئ الفئ عمن بنورہ انار کل شئ (اردو) ۱۲۹۶ھ
- المعود التنقیح المحمود ۱۲۹۷ھ
- سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوری (اردو) ۱۲۹۷ھ
- اجلال جبرئیل بجعلہ خادما لمحبوب الجلیل (اردو) ۱۲۹۸ھ
- ھدی الحیران فی نفی الفئ عن شمس الاکوان (اردو) ۱۲۹۹ھ
- حمائد فضل رسول (عربی) ۱۳۰۰ھ
- نذر گدا در تہنیت شادی اسریٰ (اردو) ۱۳۰۰ھ

(۹) مذکورہ بالا تصانیف کے علاوہ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۳۰۱ھ تک کثیر تعداد میں حواشی، شروح، اور فتاوی لکھ چکے ہیں۔ امام احمد رضا کے کثیر تعداد میں لکھے ہوئے فتاوی جو صرف آپ نے ۱۳۰۱ھ تک لکھے تھے وہ فتاوی رضویہ شریف کی بارہ جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور ۱۳۰۱ھ تک کے اکثر فتاوی دستیاب نہیں ہو سکے جو قلیل تعداد میں دستیاب ہوئے وہی شامل اشاعت ہو سکے۔

الحاصل...........!

یہ کہ جب مولوی اشرف علی تھانوی طالب علمی کے دور سے ہمکنار ہو رہے تھے اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علم کے بحر ناپیدا کنار کی حیثیت سے عالم اسلام کے مابین مشہور اور معروف تھے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مولوی اشرف علی تھانوی ان کے ہم سبق تھے آفتاب کو آئینہ دکھانے کے مانند ہے۔

(۱۰) ۱۲۸۶ھ میں جب امام احمد رضا محدث بریلوی مفتی بن چکے تھے اس عرصہ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی والدہ کا انتقال ہوا تھا یعنی کہ تب مولوی اشرف علی تھانوی کی عمر تقریباً پانچ سال کی تھی۔ والدہ کے انتقال کے بعد مولوی اشرف علی تھانوی کی تربیت مولوی اشرف علی تھانوی کے والد نے کی۔

حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت والا کی عمر ابھی غالباً پانچ سال ہی کی تھی کہ والدہ مشفقہ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔

-: حوالہ :-

''اشرف السوانح''۔ از:- خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع، مظفر نگر، یوپی۔ جلد۔ ۱۔ باب۔ ۵۔ ص۔ ۱۸

(۱۱) مولوی اشرف علی تھانوی اپنی والدہ کے انتقال کے بعد جب اپنے والد کی تربیت میں ۱۲۸۵ھ سے لے کر ۱۲۹۵ھ تک دار العلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لئے داخلہ لینے تک رہے، اس عرصہ میں مولوی اشرف علی تھانوی ایسی ایسی شرارتیں کرتے تھے کہ مہذب آدمی اسے پڑھ کر شرم سے اپنا سر جھکا لے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کی شرارتوں پر مشتمل کچھ واقعات مولوی اشرف علی تھانوی کی سوانح حیات سے اخذ کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

واقعہ نمبر ۱:-

مولوی اشرف علی تھانوی کا اپنے والد کی چارپائی کے پائے باندھ دینا

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنی والدہ کے انتقال کے بعد کی اپنی شرارتیں فخر کے ساتھ اپنی محفل میں بیان کرتے ہیں۔ جو ان کے ہی الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

خود فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مجھے کیا شرارت سوجھی کہ برسات کا زمانہ تھا مگر ایسا کہ کبھی برس گیا کبھی کھل گیا۔ مگر چارپائیاں باہر ہی بچھتی تھیں ۔ جب برسنے لگا چارپائیاں اندر کر لیں جب کھل گیا باہر بچھا لیں ۔ والدہ صاحبہ کا تو انتقال ہو چکا تھا بس والد صاحب اور ہم دونوں بھائی ہی مکان میں رہتے تھے ، تینوں کی چارپائیاں ملی ہوئی بچھتی تھیں ۔ ایک دن میں نے چپکے سے تینوں چارپائیوں کے پائے آپس میں رسی سے خوب کس کر باندھ دئے ۔ اب رات کو جو مینھ برسنا شروع ہوا تو والد صاحب جدھر سے بھی گھسیٹے ہیں تینوں کی تینوں [

چار پائیاں ایک ساتھ گھسٹتی چلی آتی ہیں۔ رسیاں کھولتے ہیں تو کھلتی نہیں کیوں کہ خوب کس کر باندھی گئی تھیں۔ کاٹنا چاہا تو چاقو نہیں ملتا۔ غرض بڑی پریشانی ہوئی اور پھر بڑی مشکل سے پائے کھل سکے۔ اور چار پائیاں اندر لے جاسکیں۔ اس میں اتنی دیر لگی کہ خوب بھیگ گئے والد صاحب بڑے خفا ہوئے کہ یہ کیا نامعقول حرکت تھی۔

حوالہ نمبر1:-

''اشرف السوانح''۔از۔خواجہ عزیز الحسن، ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔یوپی۔جلد۔اباب۔۵۔ص۔۲۰

حوالہ نمبر2:-

الافاضات الیومیہ۔ناشر:- مکتبہ دانش دیوبند۔جلد۔۲۔قسط۔۱۰، ملفوظ۔۸۳۷۔ص۔۴۷۴

مذکورہ بالا واقعہ ۱۲۸۵ھ کے بعد کا ہے۔اس وقت کا ہے جب کہ امام احمد رضا محدث بریلوی تکمیل علوم دینیہ کر کے مفتی کی حیثیت سے خدمت دین اور تصنیف کتب میں ہمہ تن مصروف تھے اور تھانوی صاحب اس وقت شوخی نفس کے جذبے میں اپنے والد صاحب کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھنے کی شرارت میں غرق تھے۔

معلوم نہیں کہ تھانوی صاحب کے سوانح نگار خواجہ عزیز الحسن نے مذکورہ واقعۂ شرارت کا ذکر کر کے ملت اسلامیہ کو کونسا سبق اخلاق اور نصیحت دین کرنا چاہا ہے یا پھر خلیفۂ مجاز ہونے کا حق ادا کرنے میں لغو حرکت بھی لکھ ماری۔اس سے بڑھ کر حیرت انگیز اور نفرت آور تھانوی صاحب کی ایک اور شرارت آمیز حرکت ملاحظہ فرمائیں:-

واقعہ نمبر ۲

تھانوی صاحب کا اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنا

اپنے بھائی کے سر کو اپنے پیشاب سے تر کر دینے کی اپنی نازیبا حرکت بلا کسی شرم وحیا کے تھانوی صاحب نے اپنی محفل میں بیان فرمائی۔ جو تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' میں ۱۷ ارشوال المکرم ۱۳۵۰ھ کی مجلس کے عنوان کے تحت خود تھانوی صاحب کے الفاظ میں اس طرح ہے کہ:-

میں ایک روز پیشاب کر رہا تھا، بھائی صاحب نے آکر میرے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ بھائی صاحب پیشاب کر رہے تھے، میں نے ان کے سر پر پیشاب کرنا شروع کر دیا اتفاق سے اس وقت والد صاحب تشریف لے آئے فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ میں نے عرض کیا ایک روز انہوں نے میرے سر پر پیشاب کیا تھا۔ بھائی نے اس کا بالکل انکار کر دیا۔ مختصر سی پٹائی ہوئی اس لئے کہ میرا دعوی ہی دعوی رہ گیا تھا ثبوت کچھ نہ تھا اور میرے فعل کا مشاہدہ تھا غرض جو کسی کو نہ سوجھتی تھی وہ ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی۔

-: حوالہ :-

الافاضات الیومیہ۔ ناشر۔ مکتبہ دانش دیو بند (یوپی) جلد۔۲۔ قسط۔۱۰

ملفوظ۔۸۳۷۔ ص۔۴۷۵

مولوی اشرف علی تھانوی کو دار العلوم دیو بند میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان، ہم سبق ہونے کا سفید جھوٹ بولنے والے سیاہ کذابین مذکورہ بالا

واقعہ کو پڑھ کر ساکت اور مبہوت ہو جائیں گے کہ یہ واقعہ بھی اس وقت کا ہے جب مولوی اشرف علی تھانوی اپنی والدہ کے انتقال کے بعد اپنے والد کی تربیت میں تھے۔ یعنی کہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا۔ اور اس وقت تھانوی صاحب کی عمر پانچ سال کی نہیں بلکہ زیادہ رہی ہوگی کیونکہ مذکورہ واقعہ میں تھانوی صاحب نے تفصیل سے واقعہ بیان کیا ہے۔ اپنے والد کا مقولہ، اپنا عذر کرنا، اور پھر اپنے والد کے ذریعہ پٹنا تک بیان کیا ہے۔

مذکورہ واقعہ تھانوی صاحب نے اپنی ۱۷ر شوال ۱۳۵۰ھ کی مجلس میں بیان کیا ہے۔ یعنی کہ تب تھانوی صاحب کی عمر ۷۰ر سال کی تھی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تھانوی صاحب کو یہ واقعہ من وعن یاد تھا۔ اب رہا سوال یہ کہ یہ واقعہ کب کا ہے؟ ایک بات تو ثابت ہو چکی ہے تھانوی صاحب کی عمر جب پانچ سال کی تھی تب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تھا لیکن ۵ر پانچ سال کی عمر کی بات تھانوی صاحب کو بالکل یاد نہ تھی یہاں تک کہ اپنی والدہ کی صورت وشکل بھی۔

قارئین کی خدمت میں ''اشرف السوانح'' کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں:-

> حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے اپنی والدہ صاحبہ کی صورت و شکل تو پورے طور سے یاد ہی نہیں لیکن جب خیال کرتا ہوں تو اتنا یاد آتا ہے کہ ایک چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھی ہیں۔ بس یہ ہیئت ذہن میں باقی رہ گئی ہے۔ اور کچھ یاد نہیں رہا کیوں کہ میں بہت ہی چھوٹا تھا۔ چار پانچ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے

-: حوالہ :-

''اشرف السوانح''، از:- خواجہ عزیز الحسن، ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون (یوپی) جلد۔۱۔ باب۔۵۔ ص۔۱۸

مذکورہ ملفوظ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تھانوی صاحب کو پانچ سال کی عمر کی بات یاد نہیں تھیں، حتیٰ کہ والدہ کی ہیئت بھی۔ حالانکہ اولاد اپنے والدین کی شکل و صورت کبھی بھول نہیں سکتی تو جب والدہ کی شکل وصورت یاد نہیں تو اور واقعات پانچ سال کی عمر کے کیونکر یاد رہ سکتے ہیں؟ مطلب یہ ہوا کہ تھانوی صاحب نے اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنے کی شریر حرکت پانچ سال کی عمر میں نہیں بلکہ زیادہ عمر میں کی تھی۔ اگر یہ حرکتِ بول پانچ سال کی عمر میں واقع ہوئی ہوتی تو وہ بھی تھانوی صاحب کو اپنی والدہ کی شکل وصورت کی طرح یاد نہ ہوتی۔

لیکن...... ! تھانوی صاحب کو ۱۳۵۰ھ یعنی کہ اپنی عمر کے ۷۰ سال گزرنے کے باوجود اس ہیئت سے یاد تھی کہ انہوں نے یہ حرکت جذبۂ انتقام کے تحت کی تھی۔ کیونکہ ایک دن تھانوی صاحب کے بھائی نے تھانوی صاحب کے سر کو پیشاب سے بھگو دیا تھا لیکن تھانوی صاحب بدلہ لے کر ہی رہے۔ مگر وائے بدنصیبی عین اِلقائے بول کے وقت تھانوی صاحب کے والد کی تشریف آوری ہوئی اور انہوں نے اپنے ہونہار لخت جگر کا کرتوت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تھانوی صاحب نے اپنے دفاع میں بھائی صاحب کی سنت پر عمل کرنے کا عذر پیش کیا لیکن یہ عذر قبولیت کے شرف سے محروم رہا نتیجتاً تھانوی کی ان کے والد نے پٹائی کی۔ الختصر...... یہ کہ تھانوی صاحب نے اپنی محفل میں تفاخراً یہ واقعہ پورے سیاق وسباق کے ساتھ بیان کیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت تھانوی صاحب کی عمر یقیناً ۵ سال سے زیادہ ہی تھی۔ اوسط اندازہ لیا جائے تو بھی کم از کم دس سال کی عمر ہوگی یعنی کہ ۱۲۹۰ھ کا واقعہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ یعنی کہ اس وقت تھانوی صاحب کی عمر دس سال رہی ہوگی۔ اور اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کو مسند افتاء پر فائز ہونے کو ۵ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

اور......! اگر مان بھی لو کہ تھانوی صاحب کی عمر صرف ۵ سال کی تھی تو بھی یہ کہا

جا سکتا ہے کہ ۱۲۸۶ھ میں جب امام احمد رضا محدث بریلوی مفتی بن گئے تھے تب تھانوی صاحب اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنے (موتنے) کی نازیبا حرکت اور شرارت میں مصروف تھے۔ ایسی صورت میں تھانوی صاحب کا امام احمد رضا کے ساتھ دارالعلوم دیوبند میں پڑھنا ممکن ہی نہیں، بلکہ ایسا تصور کرنا بھی غیر ممکن ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لینے کے قبل قرآن شریف حفظ کیا تھا، لیکن حافظ قرآن ہو جانے کے باوجود بھی ان کی شرارتیں جاری تھیں، مگر فرق یہ تھا کہ حافظ ہو جانے کے باوجود وہ حالت نماز میں اپنی شرارت کے جوہر و کمال دکھاتے تھے۔ مندرجہ ذیل واقعہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔ جس کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آئیں گی کہ وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب حافظ قرآن ہو جانے کے بعد بھی اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے تھے عادت سے مجبور تھے۔ نفس میں شرارت ہی شرارت بھری تھی۔

خود تھانوی صاحب کا مقولہ ہے کہ "جو ہم دونوں بھائیوں کو سوجھتی تھی وہ کسی کو نہ سوجھتی تھی" لہذا تھانوی صاحب کو ایک نرالی شرارت سوجھی۔ عام حالات میں تو شرارت کرتے ہی تھے لیکن اب حالت نماز میں فن شرارت دکھا رہے ہیں:-

واقعہ نمبر ۳:-

تھانوی صاحب کا نماز میں حافظ جی کو دھوکہ دینا، قہقہہ مار کر ہنسنا اور نماز توڑ دینا

نماز میں حافظ صاحب کو دھوکہ دینا اور قہقہہ مار کر ہنسنا اور نماز توڑ دینے کا واقعہ خود تھانوی صاحب کے خلیفۂ خاص اپنی کتاب میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:-

اور ایک واقعہ حفظ کلام مجید کے بعد کا یاد آیا۔ ایک نابینا حافظ تھے، جن کو کلام مجید بہت پختہ یاد تھا اور اس کا ان کو ناز بھی تھا۔ ان کو حضرت والا قبل بلوغ نوافل میں کلام مجید سنایا کرتے تھے۔

ایک بار رمضان شریف میں دن کو ان سے کلام مجید کا دور کر رہے تھے، حضرت والا نے دور کے وقت ان کو متنبہ کر دیا کہ حافظ جی! میں آج تم کو دھوکہ دوں گا اور یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ فلاں آیت میں دھوکہ دونگا۔ حافظ جی نے کہا کہ جاؤ بھی! تم مجھے کیا دھوکہ دے سکتے ہو، بڑے بڑے حافظ تو مجھے دھوکہ دے ہی نہ سکے۔

حضرت والا جب سنانے کھڑے ہوئے اور اس آیت پر پہونچے ''**انما انت منذرو لکل قوم ھاد**'' بہت ترتیل کے ساتھ پڑھا جیسا کہ رکوع کرنے کے قریب حضرت والا کا معمول ہے۔ اس کے بعد اس سے آگے جب **اللہ یعلم الخ** پڑھنے لگے تو لفظ ''**اللہ**'' کو اس طرح بڑھا کر پڑھا کہ جیسے رکوع میں جا رہے ہوں اور تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنے والے ہوں۔ بس حافظ جی یہ سمجھ کر کہ رکوع میں جا رہے ہیں فوراً رکوع میں چلے گئے۔ اِدھر حضرت والا نے آگے قرأت شروع کر دی۔ **یعلم ما تحمل الخ** اب ادھر حافظ جی تو رکوع میں پہونچے اور ادھر حضرت والا نے آگے قرأت شروع کر دی۔ فوراً ہی حافظ جی سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے۔ اس پر حضرت والا کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ اور قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ اور ہنسی سے اس قدر مغلوب ہوئے کہ نماز توڑ کر الگ ہو گئے۔

-: حوالہ :-

''اشرف السوانح''۔ از خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔
تھانہ بھون (یوپی) جلد۔۱، باب۔۵، ص۔۲۰

تھانوی صاحب کو امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہم سبق ہونے کا دعویٰ کرنے والے عناصر مذکورہ واقعہ سے عبرت لیں کہ حفظ قرآن کے بعد جب تھانوی صاحب ''صلاۃ دھوکہ'' پڑھ رہے تھے اور ابھی ان کا دار العلوم دیوبند میں داخلہ بھی نہیں ہوا تھا تب امام احمد رضا محدث بریلوی علم لدنی کے دریا سے عالم اسلام کے لاکھوں تشنگان علوم کی پیاس بجھا رہے تھے۔

ان دونوں کی حالت کا تاریخ کے شواہد کی روشنی میں جائزہ لینے سے یہ بات اظہر من الشمس واضح ہوگی کہ ان دونوں کا ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مذکورہ واقعہ سے تھانوی صاحب کی شریر ذہنیت کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اول تو یہ کہ تھانوی صاحب شرارت کرنے کے لئے پہلے سے سوچ رہے تھے کہ آج کیا شرارت کروں؟ غور وفکر کے بعد ہی طے کیا کہ آج تو شرارت کے جوہر نماز میں حافظ جی کو دھوکہ دے کر دکھانا چاہیئے اور اپنے مقصد شرارت میں کامل طور پر کامیاب ہونے کے لئے قرآن مجید کی آیت کا انتخاب بھی کرلیا۔

آیت کو ترتیل سے کس طرح پڑھنا کہ حافظ جی دھوکہ کھا جائیں یہ بھی ٹھان لیا۔ اور اپنی ترکیب وفن دھوکہ بازی پر ان کو اتنا اعتماد تھا کہ حافظ کو پہلے ہی سے مطلع کر دیا۔ صرف اتنا ہی مطلع نہیں کیا کہ میں دھوکہ دونگا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ فلاں آیت میں دھوکہ دونگا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ تھانوی صاحب کو اپنے فن دھوکہ بازی پر کامل اعتماد تھا

بلکہ مہارت تامہ بھی حاصل تھی ۔ حافظ جی کو اپنے حافظہ پر ناز تھا اسی لئے تو تھانوی صاحب کو جواب میں کہا کہ "جاؤ بھی! تم مجھے کیا دھوکہ دے سکتے ہو بڑے بڑے حافظ تو مجھے دھوکہ دے نہ سکے" لیکن حافظ صاحب اس حقیقت سے ناواقف تھے کہ جس کو چیلنج دے رہا ہوں وہ کوئی معمولی دھوکے باز نہیں، بلکہ دھوکے بازوں کی جماعت کا سردار ہے۔ انجام کار حافظ جی دھوکہ کھا ہی گئے ۔

اب ذرا تھانوی صاحب کی دھوکہ بازی در حالت نماز کا جائزہ لیں ۔ بحثیت امام تھانوی قرآن مجید کی قرأت کر رہے تھے لیکن خشوع وخضوع کا فقدان ہے کیونکہ ذہن میں تو یہی بات ہے کہ کب وہ آیت پر پہونچوں اور ترتیل سے پڑھ کر حافظ کو دھوکہ دوں۔ قرأت قرآن کر رہے ہیں لیکن سب توجہ اس آیت پر ہے کہ جس آیت میں وہ دھوکہ دینے والے تھے۔ وہ آیت آتے ہی تھانوی صاحب نے اس کو ترتیل سے اس طرح پڑھا کہ گویا وہ قرأت پوری کر کے رکوع میں جانے والے ہوں۔

علاوہ ازیں **اللہ یعلم الخ** میں لفظ **اللہ** کو اس طرح پڑھا کہ جیسے رکوع میں جا رہے ہوں۔ پیچھے کھڑے حافظ جی یہ سمجھے کہ تھانوی صاحب رکوع میں جا رہے ہیں وہ بھی رکوع میں چلے گئے لیکن تھانوی صاحب نے آگے قرأت شروع کر دی۔

اب ذرا دیکھو..........!!!

تھانوی صاحب امام ہونے کی حیثیت سے آگے کھڑے ہیں۔ حالت نماز میں قیام کے دوران نمازی کی نگاہ سجدہ گاہ پر ہوتی ہے، اس کے پیچھے کیا ہو رہا ہے وہ اس کو معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں تھانوی صاحب آگے سے کس طرح دیکھ رہے تھے کہ حافظ جی رکوع میں چلے گئے ہیں ضرور پیچھے کو مڑ کر دیکھا ہوگا۔ جب حافظ جی رکوع میں گئے اور تھانوی صاحب نے آگے قرأت شروع کر دی تب حافظ جی کو پتہ چلا کہ واقعی میں دھوکہ کھا گیا۔ چھوکرے نے دھوکہ دے ہی دیا۔ اس لئے وہ رکوع سے واپس قیام کی

حالت میں آ گئے۔ ان کی یہ تمام حرکت تھانوی صاحب آگے ہونے کے باوجود دیکھ رہے تھے۔ اپنی کامیابی پر شاداں تھے۔ فن دھوکہ بازی کی کامیابی پر فرط مسرت میں حالت نماز میں قہقہہ مار کر ہنس پڑے، ہنسی کا غلبہ اتنا ہوگا کہ ضبط کرنا دشوار تھا، اس لئے نماز توڑ دی۔

وہابی تبلیغی جماعت کے حکیم الامت کی حکمت عملی دیکھو! نماز اسلام کا اہم رکن اور افضل العبادات ہے۔ ہر مومن نماز کا وقار اور ادب ملحوظ رکھتا ہے، بلکہ غیر مسلم بھی نماز کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ بہت دفعہ تجربہ ہوا ہے ٹرین کے سفر میں کمپارٹمنٹ میں بحیثیت مسافر غیر مسلم بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنی ہنسی مذاق کی باتیں کر رہے ہیں لیکن جب نماز کا وقت ہوتا ہے اور کوئی مسلمان مسافر نماز شروع کرتا ہے فوراً وہ غیر مسلم خاموش ہو جائیں گے اور نماز کا ادب بجالائیں گے۔

لیکن وائے افسوس............!!!

وہابی تبلیغی جماعت کے لوگ جن کو حکیم الامت کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں وہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نماز کو ایک مضحکہ خیز انداز میں شرارت کی جائے وقوع بنا رہے ہیں اور وہ بھی کب؟ حافظ قرآن ہو جانے کے بعد۔ جس نے قرآن مجید کے ۳۰/ پارے اپنے سینے میں اتارے تھے وہ نماز کی عظمت و وقعت کے لئے اپنے دل میں تھوڑی بھی جگہ نہیں رکھتے تھے۔ شرارت کرنے کی سوجھی بھی تو نماز ہی میں شرارت کرنے کی سوجھی۔ اور وہ بھی قرآن مجید کی آیتوں میں دھوکہ دے کر......!!!

ہوسکتا ہے کہ قارئین میں سے کسی صاحب کو میرا وہ جملہ کہ ''تھانوی صاحب دھوکہ بازوں کے جماعت کے سردار ہیں'' اچھا نہ لگا ہو لیکن دھوکہ بازی کی فنکاری تھانوی صاحب میں کیسی تھی، اس کا جائزہ لیں، تھانوی صاحب کے خلیفۂ خاص خواجہ عزیز الحسن کیا فرماتے ہیں؟ وہ ملاحظہ ہو:-

حضرت اقدس کسی کام سے فارغ ہوتے ہی فوراً تسبیح سنبھالتے تھے اور بعض اوقات مزاحاً فرماتے کہ میں نے اس کا نام "جال" رکھا ہے کیونکہ اسی سے لوگ پھنستے ہیں۔

-: حوالہ :-

خاتمۃ السوانح۔ از، خواجہ عزیز الحسن۔ ناشر:۔ مکتبہ تالیفات اشرفیہ۔ تھانہ بھون۔ بار دوم۔ ص۔ ۴۸

مذکورہ بالا عبارت پر کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے ناظرین کی خدمت میں تھانوی صاحب کی دھوکہ بازی کی ایک عجیب وغریب حکایت پیش کر رہا ہوں:-

ایک شخص درویش یہاں آئے تھے۔ مریدوں کو خوب روٹیاں کھلائیں حتی کہ چھ ہزار کے مقروض ہوگئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ مجھ کو یہ امید تھی کہ مریدوں سے وصول ہو جائے گا۔ مگر کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ فلاں ریاست کے پریذیڈنٹ کو سفارش لکھ دیں کہ وہ اتنی رقم قرض دیدیں۔ میں نے لحاظ میں دب کر لکھ دیا، لیکن اس خیال سے کہ ان پر بار نہ پڑے، اس لئے بمصلحت ایک خط ڈاک سے لکھ کر روانہ کر دیا کہ اس قسم کا خط اگر کوئی شخص لائے تو میری طرف سے اس کو مہتم بالشان نہ سمجھا جائے۔ جو مناسب ہو عمل کیا جائے گا۔ اب اس صورت میں میری طرف سے ان پر کوئی بار نہ رہے گا۔ جو ان کو مناسب معلوم ہوگا، وہ کیا ہوگا۔

-: حوالہ نمبر 1 :-

''حسن العزیز''۔ مرتبہ حکیم محمد یوسف بجنوری۔ ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون۔ ضلع مظفر نگر۔ جلد۔۳۔ حصہ۔۱،
قسط۔۱۲۔ ص۔۱۰۲

-: حوالہ نمبر 2 :-

''کمالات اشرفیہ'' (۱۹۹۵ء) تھانوی صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ، ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، باب ۱۔
ملفوظ۔۲۰۳۔ ص۔۱۲۲

مذکورہ عبارت پر کچھ تبصرہ کرنے سے پہلے ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں جو مذکورہ عبارت سے ملی جلی ہے اور دھوکہ بازی پر مشتمل ہے۔ خود تھانوی صاحب اپنی دھوکہ بازی کی حرکت کو اپنی مجلس میں تفاخراً اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:-

بعض لوگ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ یہ مضمون سفارش کا لکھ دو، میں ان سے کہہ دیتا ہوں کہ اچھا تم اس کا مسودہ کر لاؤ میں اس کی نقل کر دوں گا۔ چنانچہ وہ اپنی حسب منشاء لکھ لاتے ہیں، میں اس کی نقل کر کے روانہ کر دیتا ہوں۔ مگر پیچھے سے فوراً ایک کارڈ میں لکھ کر ڈاک میں بھیج دیتا ہوں کہ فلاں فلاں مضمون کا خط تمہارے پاس پہنچے گا، وہ میرا مضمون نہیں ہے تم اس کے موافق عمل کو ضروری نہ سمجھنا۔

-: حوالہ نمبر 1 :-

''حسن العزیز'' ناشر:- مکتبہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون
جلد۔۲۔ حصہ۔۲ قسط۔۱۵ ملفوظ ۱۳۸۔

-: حوالہ نمبر 2 :-

''کمالات اشرفیہ'' ناشر:- ادارۂ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون، سن اشاعت ۱۹۹۵ء باب ۲ ملفوظ۔ ۵۰، ص ۳۲۵

مذکورہ اقتباسات کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ پڑھیں اور تھانوی صاحب کی شان فراڈ کی داد دیں۔ پہلی عبارت ''خاتمہ السوانح'' میں تھانوی صاحب کا کہنا کہ ''میں نے تسبیح کا نام ''جال'' رکھا ہے۔ کیونکہ اسی سے لوگ پھنستے ہیں'' اس جملہ سے تھانوی صاحب کی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔

تسبیح، جو کہ عبادت کی نشانی ہے، اس تسبیح کو تھانوی صاحب ''جال'' کا خطاب عطا فرما رہے ہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ اسی سے لوگ پھنستے ہیں۔ تو کیا تھانوی صاحب لوگوں کو پھنسانے کے لئے ہاتھ میں تسبیح لے کر بیٹھتے تھے کہ ''آجا، پھنستا جا''

تبلیغی جماعت کے اکثر مبلغین ہر وقت ہاتھ میں کیا اسی مقصد کے تحت تسبیح لے کر گھومتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے کروڑوں بھولے بھالے افراد ان کے جبہ، دستار اور تسبیح کو دیکھ کر دھوکہ کھا گئے اور ان کے دام فریب کے شکار بن کر گمراہیت کی راہ چل نکلے ہیں۔

دوسری اور تیسری عبارت میں خود تھانوی صاحب اعتراف کرتے ہیں کہ میں لوگوں کو دھوکہ دیتا ہوں۔ ایک درویش چھ ہزار کے مقروض تھے انہوں نے تھانوی صاحب کو کسی ریاست کے پریذیڈنٹ کو سفارش کا خط لکھ دینے کی گزارش کی تو تھانوی صاحب نے سفارش کا خط لکھ دیا۔ وہ مقروض دروش تو خوش ہو گئے ہوں گے کہ واہ! کام بن گیا، حضرت نے سفارش کا خط لکھ کر میرا کام کر دیا، خوشی خوشی وہ درویش تھانوی صاحب کا خط لے کر سفر کی تکلیفیں جھیل کر ریاست کے پریذیڈنٹ کے پاس پہونچے ہوں گے اور یہی امید لے کر گئے ہوں گے کہ خط دیتے ہی میرا کام ہو جائے گا۔

لیکن......! اس درویش کو کیا معلوم کہ جس خط کو وہ اپنی آرزو اور امید کے پورا ہونے کا سبب سمجھ کر ایک قیمتی سرمایہ کی حیثیت سے حفاظت کر رہے تھے وہ اب ردی کاغذ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ذرویش نے تھانوی صاحب سے رخصت لی اور فوراً تھانوی صاحب نے فن دھوکہ بازی کے جوہر دیکھاتے ہوئے بذریعہ ڈاک ایک الگ خط مکتوب الیہ کو لکھ دیا کہ میرا اس قسم کا خط لے کر کوئی شخص آپ کے پاس آئے تو اس خط کے مطابق عمل نہ کرنا بلکہ آپ کو جو مناسب معلوم ہو، اس مطابق عمل کرنا۔

اب جب وہ مقروض درویش تھانوی صاحب کا خط لے کر ریاست کے پریذیڈنٹ کے پاس گئے ہوں گے تو انہوں نے اس خط پر قطعاً التفات نہ کیا ہوگا بلکہ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ وہی خط ہے جس کی مجھ سے تھانوی صاحب نے بذریعہ ڈاک اطلاع دی ہے، لہذا اب اس پر کوئی توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔

قارئین حضرات سے گزارش ہے کہ آپ سوچو!! اگر مقروض درویش کو پہلے ہی سے تھانوی صاحب انکار کر دیتے تو یہ ایک الگ بات تھی لیکن تھانوی صاحب نے سیاسی لیڈر کی طرح "منہ پر میٹھا اور پیٹھ پر کڑوا" کا رول ادا کیا، درویش کو سفارش کا دستی خط دیا۔ وہ درویش خط لیکر سفر کا خرچ اور مشقت برداشت کر کے مکتوب الیہ کے پاس پہونچے اور وہاں سے کھوٹے سکّے کی طرح واپس آئے۔ کیا یہ دھوکہ بازی نہیں؟ کیا دیانتداری ہے؟ کیا اسلام کی یہی تعلیم ہے؟ ملت اسلامیہ کے مجدد ہونے کا دعویٰ کرنے والے کا یہی کردار ہوتا ہے؟

تھانوی صاحب کی محبت میں اندھے کسی نے تھانوی صاحب کے دفاع میں یہ کہا کہ وہ درویش تھانوی صاحب کو سفارشی خط لکھنے کے لئے تنگ کر رہے تھے اور دماغ کھا رہے تھے اور تھانوی صاحب نے جان چھڑانے کے لئے اس درویش کو اس ترکیب سے دفع کیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تھانوی صاحب کی ڈبل پالسی والے خطوط کا

صرف یہی ایک واقعہ نہیں بلکہ تھانوی صاحب کا یہی معمول تھا کہ وہ ہمیشہ سفارش کا دستی خط کسی کو دینے کے بعد مکتوب الیہ کو ڈاک سے ایک الگ خط لکھ کر مطلع کر دیتے کہ ''فلاں مضمون کا خط تمہارے پاس پہونچے گا وہ میرا مضمون نہیں تم اس کے موافق عمل کو ضروری نہ سمجھنا''

مذکورہ جملہ میں تھانوی صاحب نے تاویل کا پہلو رکھا ہے جس کے تعلق سے طویل تبصرہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مضمون کی طوالت کا خیال کرتے ہوئے صرف اتنا کہنا کہ عوام مسلمین کو دھوکہ دینا، ان کو اذیت پہونچانا، ان کی جان، مال اور وقت کا نقصان پہونچانا، تھانوی صاحب کے لئے عام بات تھی۔

تھانوی صاحب کی سوانح حیات پر مشتمل کتابوں سے ایسے کئی حوالے دستیاب ہیں جس میں تھانوی صاحب نے دھوکہ بازی کی اور لوگوں کو دھوکہ بازی کی تعلیم دی۔ انشاء اللہ تعالیٰ، تھانوی صاحب کی دھوکہ بازی پر ایک الگ کتاب مرتب کروں گا جس میں وہ تمام واقعات شامل کتاب کردوں گا۔ اس وقت تو ہمیں صرف اس بات پر بحث کرنی ہے کہ کیا اعلیحضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک ساتھ دارالعلوم دیوبند میں پڑھا تھا؟

اس ضمن میں ہم نے قارئین کی خدمت میں کئی تاریخی شواہد پیش کیے ہیں جس کے مطالعہ سے قارئین اس بات پر متفق ہو گئے ہوں گے کہ ان دونوں کا ایک ساتھ تعلیم حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی اپنی خداداد صلاحیتوں سے قلیل عمر میں جب پوری دنیا کے علماء سے اپنے علم کا لوہا منوا رہے تھے اور اپنی زبان فیض ترجمان سے، اپنے کردار سے، اپنے عمل سے اور اپنے قلم کی نوک سے علم و عرفان و معرفت کے دریا بہا رہے تھے، تب تھانوی صاحب اپنے بچپنے کی بچکانا اور جاہلانا شرارتوں کی حرکتوں میں گرفتار تھے۔

تھانوی صاحب نے اپنی عمر کے ستر ۷۰ سال گزارنے کے بعد بھی اپنی وہ حرکت بھولے نہیں تھے اور اپنے بچپن کی حرکتوں کے واقعات تفاخراً اور تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرتے تھے۔

"الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ" میں ۱۷ شوال المکرم ۱۳۵۰ھ مجلس بعد نماز ظہر یوم پنجشنبہ کے عنوان کے تحت تھانوی صاحب کی زبانی تھانوی کی بچپن کی کچھ شرارتیں مذکورہ ہیں۔ ان میں سے اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کرنے کی شرارت اور اپنے والد کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھنے کی شرارت تو آپ پڑھ چکے۔ آیئے تھانوی صاحب کی ان شرارتوں میں سے دو شرارتیں آپ کو دکھائیں۔

تھانوی صاحب نے نمازیوں کے جوتے شامیانہ پر پھینک دیئے

خود تھانوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:-

ایک مرتبہ میرٹھ میں میاں الٰہی بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی میں جو مسجد ہے، سب نمازیوں کے جوتے جمع کر کے اس کے شامیانے پر پھینک دیئے۔ نمازیوں میں غل مچا کہ جوتے کیا ہوئے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ لٹک رہے ہیں، مگر کسی نے کچھ نہ کہا، یہ خدا کا فضل تھا۔ باوجود ان حرکتوں کے اذیت کسی نے نہیں پہونچائی۔ وہی مقصد رہا جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ع تم کو آتا ہے پیار پر غصہ

ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی ہے۔

-: حوالہ :-

الافاضات الیومیہ۔ ناشر۔ مکتبہ دانش دیوبند۔ (یوپی) جلد۔۲، قسط۔۱۰۔ ملفوظ۔۸۳۷۔ ص۔۴۷۵

مذکورہ واقعہ میں تھانوی صاحب نے اپنی شرارت کے ضمن میں جو کہا کہ ''یہ سب اللہ کی طرف سے ہے ورنہ ایسی حرکتوں پر پٹائی ہوا کرتی ہے'' یہ جملہ تھانوی صاحب نے تحدیث نعمت کے طور پر کہا ہے۔ گویا کہ تھانوی صاحب اپنی نازیبا حرکت پر پٹائی نہ ہونا **ذلک فضل اللہ** کے طور پر بتا رہیں، حالانکہ خود تھانوی صاحب کو اعتراف ہے کہ میری یہ حرکت پٹائی کی اور سزا کی مستحق ہے۔

لیکن......! تھانوی صاحب بارگاہ خداوندی میں اپنی مقبولیت کی شوخی ظاہر کرتے ہیں کہ مقبولان بارگاہ خداوندی کی خدا حفاظت فرماتا ہے۔ واہ ! تھانوی صاحب واہ ! بارگاہ خداوندی کے مقبول ہونے کی شوخی میں یہ بھول گئے کہ کیا بارگاہ خدا کے مقبول بندے مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنے والوں کے جوتے شامیانے پر پھینکا کرتے ہیں؟

ارے ! بارگاہ خدا کا مقبول بندہ تو مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آنے والوں کی ہرممکن خدمت کرنے کی کوشش کرے گا، نمازیوں کے جوتوں کی حفاظت کرے گا۔ نہ کہ جوتوں کو شامیانہ پر پھینک کر نمازیوں کو پریشان کرے گا۔ اس پر طرّہ یہ کہ اپنی مذموم حرکت کو اپنی شان مقبول بارگاہ خداوندی کی حیثیت سے تھانوی صاحب اپنے بڑھاپے کے دنوں میں تفاخراً بیان کر کے ملت کو کون سے اخلاق سکھا رہے ہیں، بچپن میں تو شرارت کی لیکن بڑھانے میں بھی کیا وہ سٹھیا گئے تھے کہ اپنی بے شرم حرکت کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرر ہے ہیں۔

تھانوی صاحب نے اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں کتّے کا پلّہ ڈال دیا

تھانوی صاحب اپنی ایک اور شرارت اس طرح بیان کرتے ہیں:-

ایک صاحب تھے سیکری کے ہماری سوتیلی والدہ کے بھائی بہت ہی نیک اور سادہ آدمی تھے۔ والد صاحب نے ان کو ٹھیکہ کے کام پر رکھ چھوڑا تھا۔ ایک مرتبہ کمسریٹ سے گرمی میں بھوکے پیاسے پریشان گھر آئے اور کھانا نکال کر کھانے میں مشغول ہوئے۔ گھر کے سامنے بازار ہے۔ میں نے سڑک پر سے ایک کتے کا پلّہ چھوٹا سا پکڑ کر گھر لا کر ان کے دال کی رکابی میں رکھ دیا۔ بے چارے روٹی چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کچھ نہیں کہا۔

-:حوالہ:-

الافاضات الیومیہ۔ ناشر مکتبہ دانش دیوبند (یوپی) جلد ۲۔ قسط ۱۰۔ ملفوظ ۔۸۷۳۔ص۔۴۷۵

تھانوی صاحب کی والدہ کا انتقال، تھانوی صاحب کی عمر جب پانچ سال کی تھی تب ہوا تھا یعنی کہ ۱۲۸۵ھ میں ہوا تھا۔ تھانوی صاحب کی والدہ کے انتقال کے بعد تھانوی صاحب کے والد نے عقد ثانی کیا تھا۔ تھانوی صاحب کی سوتیلی ماں کے ایک بھائی تھے جو بقول تھانوی صاحب صرف نیک ہی نہیں بلکہ بہت ہی نیک اور ساتھ میں سادہ آدمی بھی تھے۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ تھانوی صاحب کو اپنے سوتیلے ماموں کے افعال و کردار برابر یاد تھے اور وہ بھی ۱۳۵۰ھ تک یعنی کہ جب تھانوی صاحب ۷۰/

سال کے بوڑھے ہو چکے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں کتے کا پلّہ ڈالنے کا واقعہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا ہے۔ کیونکہ تھانوی صاحب کی والدہ کا انتقال ۱۲۸۵ھ میں جب ہوا تھا تب تھانوی صاحب کی عمر صرف پانچ سال کی تھی اور تھانوی صاحب کو پانچ سال کی عمر کا کچھ بھی یاد نہ تھا یہاں تک کہ اپنی والدہ کی شکل وصورت تک یاد نہ تھی۔ (جس کا حوالہ پچھلے صفحات میں بیان ہو چکا)

لیکن......! یہاں اس واقعہ میں تھانوی صاحب کو سب کچھ یاد ہے، اپنے سوتیلے ماموں نیک اور سادہ آدمی تھے بلکہ وہ جس رکابی میں کھا رہے اور جس میں تھانوی صاحب نے کتے کا پلّہ ڈال دیا تھا اس رکابی میں دال تھی۔ دال کے علاوہ اور کوئی سالن یا ترکاری نہ تھی۔ گھر کے سامنے بازار تھا اور اسی بازار سے تھانوی صاحب نے کتے کا پلّہ پکڑ کر اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں ڈالا تھا، وہ بھی تھانوی صاحب کو یاد ہے۔ تھانوی صاحب کے ماموں کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور کچھ نہیں کہا، یہ بھی تھانوی صاحب کو یاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ واقعہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا ہے۔

قارئین کی خدمت میں مزید معلومات فراہم کرنے کی غرض سے عرض ہے کہ گزشتہ صفحات میں واقعہ نمبر ۱

- ''تھانوی صاحب کا اپنے والد کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھنا'' کا جو واقعہ بیان کیا ہے وہ ''اشرف السوانح'' کی جلد اول ص۔ ۲۰ کی عبارت لفظ بلفظ نقل کیا ہے اور وہ حوالہ نمبر۔ ۱ ہے۔

- لیکن حوالہ نمبر ۲ میں۔ ''الافاضات الیومیہ'' جلد۔ ۲۔ قسط۔ ۱۰۔ ملفوظ۔ ۸۳۷۔ ص۔ ۴۷۴ کی جو عبارت ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

’’صحیح تو یاد نہیں کہ اس حرکت پر کوئی چپت لگا، یا نہیں‘‘ (حوالہ مذکورہ بالا)

تھانوی صاحب کا اپنے والد کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھنے کا واقعہ تھانوی صاحب کی والدہ کے انتقال کے بعد کا یعنی کہ ۱۲۸۵ھ کے بعد کا ہے لیکن اس واقعہ میں مذکور تھانوی صاحب کی حرکت پر تھانوی صاحب کے والد نے تھانوی صاحب کو کوئی چپت (تھپڑ) ماری یا نہیں، وہ تھانوی صاحب کو یاد نہیں لیکن اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں کتے کا پلہ ڈالنے کی حرکت پر سوتیلے ماموں نے ’’کچھ کہا نہیں‘‘ یہ تھانوی صاحب کو برابر یاد ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ’’دال کی رکابی میں کتے کا پلہ‘‘ والا واقعہ ۱۲۸۵ھ کے بہت بعد کا ہے۔ یعنی اس وقت کا ہے جب امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان آفتاب علم وہدایت کی حیثیت سے عالم اسلام میں چمک دمک رہے تھے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ مولوی اشرف علی تھانوی ان کے ہم سبق تھے، سراسر جھوٹ، حماقت، بے وقوفی اور استہزاء ہے۔

الحاصل............!!!

امام احمد رضا محقق بریلوی اور مولوی اشرفعلی تھانوی نے دارالعلوم دیوبند میں ایک ساتھ نہیں پڑھا تھا اس حقیقت کے ثبوت میں دیوبندی مکتبۂ فکر کے معتبر و مستند کتابوں کے کچھ حوالے پیش خدمت ہیں:-

تاریخی شہادت

دور حاضر کے فریب کار اور کذاب وہابی ملا عوام الناس کو دھوکہ دینے کی فاسد غرض سے یہ پروپگنڈہ کرتے ہیں کہ سنی اور وہابی کا جھگڑا کوئی اصولی اختلاف کی بناء پر نہیں بلکہ مولانا احمد رضا بریلوی اور مولوی اشرفعلی تھانوی ایک ساتھ دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے تھے اور زمانۂ طالب علمی میں یہ دونوں حضرات دارالعلوم دیوبند کے ایک

کمرہ میں رہتے تھے اور مطبخ سے ساتھ میں کھانا کھاتے تھے لیکن ان کے درمیان کسی وجہ سے جھگڑا ہو گیا اور مولانا احمد رضا پٹھان خاندان کے تھے اور غیظ وغصہ پٹھانوں میں زیادہ ہوتا ہے لہذا انہوں نے نسبی تاثیر سے متاثر ہو کر تھانوی صاحب پر کفر کا فتوی صادر کر دیا اور دار العلوم دیو بند کی پڑھائی بھی ادھوری چھوڑ کر بریلی چلے گئے اور زندگی کی آخری سانس تک اپنے فتوے پر اڑے رہے اور تھانوی صاحب اور دیگر علمائے دیو بند کو کافر کہتے رہے۔

معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ! سراسر کذب اور دروغ گوئی پر مشتمل مذکورہ مصنوعی واقعہ کو اتنا پھیلا گیا ہے کہ سادہ لوح مسلمان اس کے دام فریب میں بہت جلد اور آسانی سے گرفتار ہو جاتا ہے۔ اس جھوٹے بہتان کا اوراق سابقہ میں مدلل اور مسکت جواب ہم نے ارقام کر دیا ہے۔ اب ہم کچھ تاریخی شہادتیں معزز قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

سب سے مقدم بات تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا دار العلوم دیو بند میں تعلیم لینا تو درکنار آپ زندگی بھر کبھی بھی ''دیو بند'' گاؤں میں تشریف ہی نہیں لے گئے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی حیات طیبہ میں بہت ہی کم اسفار کیئے ہیں، دو مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت کے مبارک سفر کے علاوہ کلکتہ، جبلپور، لکھنؤ، مارہرہ، بمبئی، دہلی، احمد آباد وغیرہ کے طویل سفر فرمائے ہیں، لیکن ضلع سہارنپور، مظفر نگر وغیرہ علاقوں کی طرف جانے کا کبھی اتفاق ہی نہیں ہوا۔ رہا اب یہ سوال! کہ طالب علمی کے زمانہ میں حصول تعلیم کی غرض سے دیو بند گئے ہوں یہ ممکن ہو سکتا ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل بریلی شریف میں ہی رہ کر مکمل فرمائی ہے۔ بلکہ بریلی شریف میں بھی کسی

مدرسہ یا دارالعلوم میں آپ نے داخلہ لے کر نہیں پڑھا۔ تمام علوم آپ نے اپنے مکان ہی پر والد ماجد، بقیۃ السلف، عالم جلیل، فاضل نبیل، حضرت علامہ مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب سے اور ان کی نگرانی میں دیگر اساتذۂ کرام سے پڑھا ہے۔ آپ کے اساتذۂ کرام کی تعداد بہت ہی مختصر ہے:۔

(۱) حضرت علامہ رئیس المحققین، مولانا نقی علی خاں صاحب

(۲) حضرت علامہ مرزا عبدالقادر بیگ

(۳) خاتم الاکابر حضرت علامہ سید شاہ آل رسول مارہروی

(۴) حضرت علامہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

امام احمد رضا کے دور طالب علمی میں دارالعلوم دیوبند کا وجود ہی نہیں تھا

مولوی اشرفعلی تھانوی جیسے شریر، کھلی باز اور تمسخر فطرت کو امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہم سبق اور ہم جماعت ثابت کرنے کی سعیٔ ناکام کرنے والے دروغ گو ملاّ شاید تاریخ سے یک لخت انجان اور جاہل ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کے دور طالب علمی کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کا وجود ہی نہیں تھا۔ اوراق سابقہ میں قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ:۔

- امام احمد رضا کی پیدائش ۱۰ ارشوال ۱۲۷۲ھ کو ہوئی ہے۔
- آپ نے چار سال، چار ماہ اور چار دن کی عمر شریف میں حصول تعلیم کا آغاز فرمایا۔ یعنی ماہ صفر المظفر ۱۲۷۶ھ میں۔
- امام احمد رضا نے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کر کے ۱۴ ارشعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو مسند افتاء پر فائز ہو کر فتویٰ نویسی کی خدمت کا آغاز فرمایا۔ اور رضاعت کے

تعلق سے ایک مشکل سوال کا ایسا مدلل جواب ارقام فرمایا کہ آپ کا یہ پہلا فتویٰ دیکھ کر بڑے بڑے علماء انگشت بدنداں ہو گئے۔

الحاصل......! ماہ صفر المظفر ۱۲۷۶ھ سے ماہ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ تک کا زمانہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کا زمانہ طالب علمی Student life کا رہا۔

اب ہم دار العلوم دیوبند کے قیام و فروغ کے تعلق سے دار العلوم دیوبند ہی کی شائع کردہ کتب اور اکابر دیوبند کی دیگر کتب کے حوالے ٹٹولیں۔

دار العلوم کا افتتاح

حوالہ نمبر 1

۱۲۸۳ھ، ۱۸۶۶ء برصغیر کے مسلمانوں کے لئے وہ مبارک و مسعود سال ہے جس میں شمالی ہند کی اس قدیم تاریخی بستی میں ان کی دینی و علمی اور ملی و تہذیبی زندگی کی نشأۃ ثانیہ کا آغاز ہوا، ۱۵ر محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ر مئی ۱۸۶۶ء بروز پنجشنبہ، چھتے کی قدیم مسجد کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے سائے میں نہایت سادگی کے ساتھ کسی رسمی تقریب یا نمائش کے بغیر دار العلوم دیوبند کا افتتاح عمل میں آیا، حضرت مولانا ملا محمد دیوبندیؒ کو جو علم و فضل میں بلند پایہ عالم تھے مدرس مقرر کیا گیا، شیخ الہند حضرت مولانا محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے وہ اولین شاگرد تھے جنہوں نے استاد کے سامنے کتاب کھولی، یہ عجیب اتفاق ہے کہ استاد اور شاگرد دونوں کا نام محمود تھا، اس وقت رب السموات والارض کے التفات اور چشم کرم پر بھروسہ کرنے کے سوا اور کوئی ظاہری ساز و سامان نہ تھا، اخلاص و

خدمت دین اور توکل علی اللہ کے جذبات کے سوا ہر سرمائے سے ان حضرات کا دامن خالی تھا، چنانچہ اس بے سروسامانی کے ساتھ افتتاح عمل میں آیا کہ نہ کوئی عمارت موجود تھی اور نہ طلباء کی جماعت، صرف ایک طالب علم اور ایک استاد۔

-: حوالہ :-

''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' جلد۱۔ص ۱۵۵

حوالہ نمبر 2

دیوبند کی اس اسلامی درسگاہ کی ابتداء کب ہوئی، اس کا جواب دیتے ہوئے ہمارے مخدوم ومحترم فاضل گرامی قدر مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمیعۃ العلماء اپنی مشہور ومقبول کتاب ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' میں یہ ارقام فرمانے کے بعد کہ۔

''۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۷ء تقریباً یوم پنجشنبہ اسلامی ہند کی تاریخ کا وہ مبارک دن ہے'' آگے ''انار ومحمود'' والی حکایت لذیذ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ

''تاریخ مذکور، پر چند باخدا بزرگوں کا اجتماع ہوا۔ چندہ جمع کیا گیا، اور مسجد چھتہ کی فرش پر **''درخت انار''** کی ٹہنیوں کے سایہ میں ایک مدرسہ کا افتتاح ہوا۔

-: حوالہ :-

سوانح قاسمی۔ مولفہ، سید مناظر احسن گیلانی۔ مطبع :- دارالعلوم دیوبند جلد۲۔ص ۲۱۵۔

دفعۃً محرم ۱۲۸۳ھ میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد قائم ہونے کی خبر آپ (یعنی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی) کے کانوں میں پڑی اور یہ بھی سنا کہ صدر مدرس آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قرار پائے لہذا آپ کی طلب پر جوش آیا اور والدین سے اجازت چاہی کہ دیوبند بھیج دیں چنانچہ آپ دیوبند تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے آپ کے لئے کافیہ کا سبق تجویز فرما کر جماعت کافیہ میں شریک کر دیا۔

-: حوالہ :-

''تذکرۃ الخلیل'' مولفہ، محمد عاشق الٰہی میرٹھی۔ ناشر:- مکتب الشیخ محلہ مفتی سہارنپور، (یوپی) ص۔ ۴۰

مندرجہ بالا تینوں حوالے سے ثابت ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کی ابتداء ۱۵ر محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء بروز پنجشنبہ چھتے کی پرانی مسجد کے کھلے صحن میں انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے ہوئی تھی۔ تب صرف ایک ہی طالب علم اور ایک ہی استاد تھا۔ دارالعلوم کی کوئی مستقل عمارت بھی نہیں تھی جس میں درس وتدریس اور قیام کا انتظام ہو سکے اور باضابطہ مدرسہ کا نظام ہو۔

دارالعلوم دیوبند میں درجۂ قرآن اور درجۂ فارسی کا آغاز

سال گزشتہ میں قرآن شریف اور فارسی و ریاضی کی تعلیم کا انتظام نہ ہو سکا تھا اس لئے مقامی بچے ابتدائی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے

دارالعلوم سے مستفیض نہ ہو سکتے تھے، اس دقت کو رفع کرنے کے لئے درجۂ قرآن شریف اور درجۂ فارسی وریاضی کا اجراء کیا گیا، اور دونوں درجوں میں ایک ایک استاد پانچ پانچ روپے پر مقرر رہوا۔

:- حوالہ :-

''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' ۔ جلد ۔ ا ۔ ص ۔ ۱۶۲!

اس عبارت ۔ سے واضح ہوتا ہے کہ ۱۲۸۴ھ میں دارالعلوم دیوبند میں درجۂ قرآن اور درجہ فارسی کا آغاز ہوا تھا۔

دارالعلوم دیوبند کی پہلی عمارت کا سنگ بنیاد

حوالہ نمبر 1

جلسہ تقسیم اسناد کے بعد مجمع جامع مسجد سے اٹھ کر اس جگہ پہنچا جہاں دارالعلوم کی عمارت کی بنیاد رکھی جانے والی تھی، سنگ بنیاد حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے دست مبارک سے رکھوایا گیا، اس کے بعد ایک ایک اینٹ حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ نے رکھی یہ نام تو روداد میں مذکور ہے، ارواح ثلثہ کی روایت میں مزید دو نام حضرت میاں جی منے شاہؒ اور حضرت حاجی محمد عابدؒ کے بھی لکھے ہیں۔

:- حوالہ :-

''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' ۔ جلد ۔ ا ۔ ص ۔ ۱۸۳

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے تعمیر کا مادۂ تاریخ ''اشرف عمارات'' نکالا آٹھ سال کی مدت میں ۲۳۰۰۰/روپئے کے صرف سے یہ عمارت ''نودرہ'' کے نام سے بن کر تیار ہوئی، اس عمارت کے دو درجے ہیں، ہر ایک درجے میں نو، نو دروزے ہیں، اس کا طول ۲۶/گز اور عرض ۱۲/گز ہے، دارالعلوم دیوبند کی یہ سب سے پہلی عمارت ہے۔

-: حوالہ :-

''تاریخ دارالعلوم دیوبند''۔جلد۔۱۔ص۔۱۸۴،۱۸۵

حوالہ نمبر 3

''اشرف عمارات'' کے اعداد بحساب جمل ۱۲۹۳ آتے ہیں، سنگ بنیاد ۲/ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو رکھا گیا۔

-: حوالہ :-

''تاریخ دارالعلوم دیوبند''۔جلد۔۱۔ص۔۱۸۵

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کی پہلی عمارت کا سنگ بنیاد، ۲/ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو رکھا گیا تھا، اور اس عمارت کی تعمیر آٹھ سال کی مدت میں تکمیل کو پہونچی اور اس عمارت کا نام ''نودرہ'' رکھا گیا۔

۱۲۹۶ھ میں دارالعلوم دیوبند کو مدرسہ سے دارالعلوم دیوبند کا نام دیا گیا

دارالعلوم دیوبند کی حیثیت ابتداء میں ایک مدرسہ کی تھی اور اس مدرسہ کا نام ''مدرسہ اسلامی عربی۔ دیوبند'' تھا۔ بعدہٗ ۱۲۹۶ھ میں مذکورہ مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کا درجہ دیا گیا۔

دارالعلوم دیوبند شروع شروع میں مدرسہ اسلامی عربی دیوبند کے نام سے موسوم رہا، دارالعلوم دیوبند ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کا اطلاق عموماً اس تعلیم گاہ پر ہوتا ہے جس میں جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو، اور علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کی جماعت طلبہ کی تکمیل علم وفن کے لئے موجود ہو، دارالعلوم اور یونیورسٹی ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں، اس تعریف کے لحاظ سے تو یہ مدرسہ شروع ہی سے دارالعلوم تھا۔ مگر یہ لفظ اس وقت تک استعمال نہیں کیا گیا جب تک دارالعلوم دیوبند نے علوم شرعیہ اور علوم معقولہ کا مناسب اور ضروری نصاب طلبہ کو ختم نہیں کرادیا، جب ملک میں جابجا شاخیں قائم ہوگئیں اور عام طور پر اس کی تعلیم کو مستند مان لیا گیا اور علمی حلقوں میں اس کی مرکزیت تسلیم کی جانے لگی تو یکم صفر ۱۲۹۶ھ کو جلسۂ انعام کے موقع پر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ:-

خداوند کریم کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ تیرھواں سال

اس مدرسہ کا جس کو دار العلوم کہنا بجا ہے، بخیر و خوبی پورا ہوا، اس تھوڑے سے عرصہ میں اسلام اور اہل اسلام کو بے شمار نفع پہنچا۔

:- حوالہ :-

"تاریخ دار العلوم دیوبند" جلد ۱، ص ۔ ۱۸۷، اور ۱۸۸

دار العلوم میں بیرونی طلبہ کو ٹھہرنے کے لئے دار الطلبہ کی تعمیر ۱۳۱۶ھ تا ۱۳۱۸ھ

گزشتہ سالوں میں دار الطلبہ کی تعمیر کے لئے جو اپیل کی گئی تھی وہ نتیجہ خیز ثابت ہوئی، نواب شاہ جہاں بیگم والیٔ بھوپال نے دار الطلبہ کی تعمیر کے لئے ایک گراں قدر رقم عنایت فرمائی، روداد میں تعمیر کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے کہ بہت سے حجرے طلبہ کے لئے مدرسے کے متصل ایک علیحدہ احاطہ میں تیار ہو گئے ہیں جو دار الطلبہ کے نام سے موسوم ہیں، اس کے علاوہ وہ دروازہ کلاں کے اوپر اس کے گرد و پیش میں دفتر اور مہمان خانہ وغیرہ کی عمارتیں مکمل ہو گئی ہیں، ان پر بارہ ہزار روپے صرف ہوئے ہیں، اس خوشی میں مستری اور مزدوروں کو شرینی بانٹی گئی۔

:- حوالہ :-

"تاریخ دار العلوم دیوبند" ۔ جلد ۔ ۱ ۔ ص ۔ ۲۰۶

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ ۱۳۱۶ھ سے ۱۳۱۸ھ کے درمیان ہی بیرونی طلبہ

کے ٹھہرنے کے لئے دارالاقامہ کی تعمیر کی گئی تھی۔

دارالعلوم دیوبند میں مطبخ کا اجراء ۱۳۲۸ھ

دارالعلوم دیوبند میں بیرونی طلبہ کے لئے کھانے پینے کا ۱۳۲۸ھ تک کوئی انتظام نہ تھا، لہذا مطبخ Kitchen کا آغاز کیا گیا۔

دارالعلوم کے آغاز سے اب تک بیرونی طلبہ کے کھانے کا انتظام یہ تھا کہ کچھ طلبہ کا کھانا شہر میں مقرر ہو جاتا تھا، اہل شہر حسب مقدرت ایک ایک دو دو طالب علموں کے کھانے کی کفالت کرتے تھے، کچھ طلبہ کو دارالعلوم دیوبند سے خورد و نوش کے لئے نقد وظیفہ دیا جاتا تھا، جس سے ان کو بطور خود اپنے کھانے کا انتظام کرنا پڑتا تھا، یہ دوسری صورت طلبہ کے لئے بہت زیادہ تکلیف دہ اور پریشان کن تھی، اس لئے عرصے سے یہ ضرورت بشدت محسوس کی جارہی تھی کہ طلبہ کو نقد وظائف کے بجائے پکا ہوا کھانا دیا جائے، اس سلسلہ میں گزشتہ چند سالوں سے قرب و جوار کے اضلاع سے غلہ بھی بطور چندہ آنے لگا تھا، چنانچہ محرم ۱۳۲۸ھ سے مطبخ کا افتتاح کیا گیا، مطبخ کے قیام سے نہ صرف ان طلبہ کو سہولت ہوگئی جن کو نقد وظیفہ ملتا تھا بلکہ جو طلبہ اپنے خورد و نوش کی خود کفالت کرتے تھے ان کے لئے بھی یہ آسانی ہوگئی کہ وہ بسہولت مطبخ سے قیمتاً اپنے کھانے کا انتظام کرلیں، جہاں سے ان کو نہایت کفایت اور عمدگی سے مقررہ وقت پر کھانا دستیاب ہو جاتا تھا۔

-: حوالہ :-

''تاریخ دارالعلوم دیوبند'' جلد۔ا،ص۔۲۲۵

لمحہ فکریہ......!!!

"اس کتاب کا ماحصل ایک نظر میں"

۱۔ پیدائش

- اعلیٰحضرت امام احمد رضا ۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ
- مولوی اشرفعلی تھانوی ۵؍ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ

۲۔ تعلیم کا آغاز

- اعلیٰحضرت امام احمد رضا ماہ صفر ۱۲۷۶ھ
- مولوی اشرفعلی تھانوی ماہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ

(۳) تعلیم کی تکمیل

- اعلیٰحضرت امام احمد رضا ۱۴؍شعبان ۱۲۸۶ھ
- مولوی اشرفعلی تھانوی اوائل ۱۳۰۱ھ

نوٹ:-

امام احمد رضا محقق بریلوی ۱۲۸۶ھ میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے تکمیل کر کے مسند افتاء پر فائز ہو چکے تھے، تب مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب صرف چھ ۶ رسال کے بچے تھے، نیز مولوی اشرفعلی تھانوی ۱۳۰۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے

تھے تب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علم کی تکمیل کو ۱۵ ر سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

(۴) دار العلوم دیو بند کا قیام

● دار العلوم دیو بند کا قیام ۱۵ ر محرم الحرام ۱۲۸۳ھ محلہ چھتہ کی پرانی مسجد میں انار کے درخت کے نیچے۔ صرف ایک استاد اور ایک شاگرد۔

● تب امام احمد رضا بریلی شریف میں اپنے مکان پر ایک جلیل القدر اساتذۂ کرام سے اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرنے کی آخری منزل میں تھے

(۵) دار العلوم دیو بند کی پہلی عمارت کا سنگ بنیاد

● دار العلوم دیو بند کی پہلی عمارت کا سنگ بنیاد ۲ ر ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ کو رکھا گیا اور آٹھ سال کی مدت میں یعنی ۱۳۰۰ھ میں "نو درہ" نامی پہلی عمارت کی تعمیر مکمل ہوئی

● تب امام احمد رضا محقق بریلوی کو بحیثیت مفتی دینی خدمات انجام دینے کو چودہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

(۶) دار العلوم دیو بند کے دار الاقامہ Hostel کی تعمیر

● بیرونی طلبہ کو ٹھہرنے کیلئے دار العلوم دیو بند کے دار الاقامہ کی تعمیر کا آغاز ۱۳۱۶ھ میں ہوا اور اس کی تکمیل ۱۳۱۸ھ میں ہوئی۔

● تب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کو حصول علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کو ۳۲ ر سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

(۷) دارالعلوم دیوبند کے مطبخ (Mess) کا آغاز

- دارالعلوم میں پڑھنے والے بیرونی طلبہ جو دارالاقامہ میں ٹھہرتے تھے، ان کے کھانے پینے کا انتظام بصورت مطبخ ۱۳۲۸ھ میں کیا گیا۔
- تب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی "مجدد اعظم" کے شان سے پورے عالم اسلام کے محبوب نظر بن کر خورشید علم وعرفان کی حیثیت سے درخشاں تھے اور علم کی تکمیل کو ۴۲ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔

لہٰذا معزز قارئین کرام کی خدمت میں مؤدبانہ عرض ہے کہ امام احمد رضا محقق بریلوی اور مولوی اشرفعلی تھانوی دارالعلوم دیوبند میں ہم سبق اور ہم جماعت ہونے کے ساتھ ساتھ دارلاقامت میں ایک ساتھ رہتے تھے اور مطبخ میں ایک ساتھ کھاتے تھے یہ ایک ایسا گھنونا جھوٹ ہے کہ تاریخ کو بھی مسخ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اپنے عقائد باطلہ پر امام احمد رضا محقق بریلوی کی علم گرفت کو ڈھیلی کرنے کی عرض سے دور حاضر کے منافقین عوام میں یہ جھوٹی کہانی رائج کر رہے ہیں کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا محقق بریلوی اور مولوی اشرفعلی تھانوی دارالعلوم دیوبند میں ایک ساتھ پڑھتے تھے، رہتے تھے اور کھاتے تھے اور دوران طالب علمی ان دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی نے مولوی اشرفعلی تھانوی اور دیگر اکابر علمائے دیوبند پر "کافر" کا فتویٰ صادر کردیا اور تعلیم ادھوری چھوڑ کر دیوبند سے بریلی واپس چلے گئے اور یہی اصلی وجہ سنی اور وہابی کے اختلاف کی ہے۔

لیکن اگر خود دیوبندی مکتبہ فکر کی مستند کتابوں کا جائزہ لیا جائے تو تاریخ کی روشنی میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح سامنے آئے گی کہ:-

تھانوی صاحب کا امام حمد رضا کے ساتھ پڑھنا ایک غیر ممکن تصوری ہے کیونکہ

جب امام احمد رضا تکمیل علوم دینیہ کے بعد ایک عظیم مفتی کی حیثیت سے خدمت دین متین میں ہمہ تن مصروف تھے، اس وقت تھانوی صاحب بالکل جاہل تھے اور جہالت کے اندھیرے میں بھٹکنے کے باعث ایسی ایسی حرکتیں کرتے تھے کہ وہ حرکتیں دیکھ کر ایک جاہل بلکہ فٹ پاتھ کے موالی کا بھی سر شرم سے جھک جائے۔ مثلاً۔

(۱) تھانوی صاحب نے اپنے والد کی چارپائی کے پائے رسی سے باندھ دئے نتیجتاً برسات میں چارپائیاں بھیگ گئیں۔

(۲) تھانوی صاحب نے اپنے بھائی کے سر پر پیشاب کیا۔

(۳) میاں الٰہی بخش کی مسجد کے نمازیوں کے جوتے تھانوی صاحب نے شامیانہ پر ڈال دئے۔

(۴) تھانوی صاحب نے اپنے سوتیلے ماموں کی دال کی رکابی میں کتے کا پلہ ڈال دیا۔

کیا اب بھی یہ دعویٰ ہے کہ امام احمد رضا محدث دہلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک ساتھ پڑھا تھا؟ ہرگز نہیں۔ ان دونوں کا ایک ساتھ پڑھنا ممکن ہی نہیں، بلکہ ساتھ میں پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اختتام پر صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ:۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے، نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ، نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مؤرخہ:۔ ۵؍رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ
مطابق:۔ ۱۵؍جنوری ۱۹۹۷ء چہار شنبہ
بروز :۔ چہار شنبہ

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ اور
خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف
کا ادنی سوالی
عبدالستار ہمدانی ''مصروف''
برکاتی، نوری

وقت کی اہم ضرورت

اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تعلیمات اہل ایمان کے ایمان وعمل کے تحفظ وبقاء کی ضمانت ہیں۔ان تعلیمات کو عوام الناس تک پہنچانے کے لئے حضرت کی تالیفات وتصنیفات کو عام کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے لہذا اہل ایمان پر لازم ہے وہ اس امر کی طرف توجہ دیں جو جس طرح اس عظیم خدمت کو انجام دے سکتا ہو وہ انجام دے جو لکھ سکتا ہو وہ لکھے، جو چھپوانے کی قدرت رکھتا ہو چھپوائے ،جو خرید کر عوام اہلسنّت تک پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو وہ یہ کام کرے جو امام اہلسنّت کی تعلیمات کو عام کرنے والوں کی مجالس میں شریک ہوسکتا ہو وہ ان میں شریک ہو۔